قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

لاہور

تصوف کیا نہیں

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دُنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے، نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے، نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے، نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے، نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے، نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے، نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرود کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوفِ اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔ (دلائل السلوک)

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ماہنامہ
المرشد لاہور
رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

جلد ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۷ بمطابق ستمبر ۱۹۹۶ء شمارہ ۲۰

مدیر:۔ تاج رحیم ٭ سرکولیشن مینیجر:۔ رانا جاوید احمد

اس شمارے میں

اداریہ - ڈاکو	تاج رحیم	۳
کاروبارِ جہاں رضائے الٰہی کے لئے	مولانا محمد اکرم اعوان	۴
نفاذِ اسلام میں رکاوٹ کون ہے؟	مولانا محمد اکرم اعوان	۱۶
تبلیغ دین	مولانا محمد اکرم اعوان	۲۴
داستان کربلا	ڈاکٹر احمد حسین کمال	۳۱
نظامِ فطرت میں قوموں کی تعمیر و موت (صدارہ کے طلباء سے خطاب)	مولانا محمد اکرم اعوان	۴۱

پتہ:۔ ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور۔ ٭ فون نمبر ۵۴۳۷۷۰ ٭

ناشر:۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق

پرنٹرز:۔ انتخاب جدید پریس لاہور

ماہنامہ **المرشد**

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ

نشرواشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے (اسلامیات) ایم اے (عربی)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

بدل اشتراک

فی پرچہ ۱۵ روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	۱۶۵ روپے	۲۵۰۰ روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بھارت بنگلہ دیش	۴۰۰ روپے	۴۰۰۰ روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	۹۰ سعودی ریال	۷۰۰ سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	۲۵ سٹرلنگ پونڈ	۱۳۰ سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	۱۴۵ امریکن ڈالر	۱۳۰۰ امریکن ڈالر
کینیڈا	۱۵۰ امریکن ڈالر	۱۳۵۰ امریکن ڈالر

ڈاکو

ایک زمانہ تھا کہ ہر پیشے کا اپنا ایک وقار تھا' عزت تھی' عالم' استاد' بیورو کریٹ' تاجر سب ہی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کیونکہ یہ تمام معزز پیشوں سے منسلک لوگ تھے۔ یہاں تک کہ بعض ڈاکوؤں نے بھی بڑا نیک نام پیدا کیا۔ خصوصاً" انگریز کے دور میں کوئی اکا دکا ڈاکو پیدا ہوتا تو حکومت بھی اس سے خوفزدہ رہتی۔ اس دور میں ڈاکو بننا آسان کام نہیں تھا۔ بہت بڑا جرم تھا۔ حکومت کی پوری مشینری اسے گرفتار کرنے پر مامور ہوتی پکڑا جاتا تو باقی عمر جیل کے سلاخوں کے پیچھے گذر جاتی۔ اس لئے ہر ایرا غیرا ڈاکو بننے کی سوچ سے ہی دور بھاگتا۔ صرف ظلم کی چکی میں پسا ہوا ظلم کے خلاف تنہا اٹھ کھڑا ہونے والا کوئی جانباز ہی اس پیشے کو اختیار کرتا اور ڈاکو کہلاتا اب زمانہ بدل گیا ہے سب کچھ الٹا ہو گیا ہے۔ اب ظلم کرنے والے طبقوں اور افراد نے یہ پیشہ اپنا لیا ہے۔ حکمران' سیاست دان' بیورو کریٹس' تاجر' پیر و مولانا استاد اور طالب علم سب ہی ڈاکو بن گئے ہیں۔ اب تو دور ہی ڈاکوؤں کا ہے۔ حکومت ڈاکوؤں کی ہے' سرکاری انتظامیہ پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔ سکول و کالج اور یونیورسٹیاں ڈاکوؤں کی زیر نگرانی چل رہی ہیں۔ یہاں تک کہ مساجد اور خانقاہوں پر بھی ڈاکو قابض ہیں۔ معاشرے کا ہر طبقہ پوری ایمانداری اور خلوص کے ساتھ ڈاکوؤں کا کردار ادا کرنے لگا ہے۔ یہ تحریکیں' جلسے جلوس' ہڑتالیں' مارچ اور لانگ مارچ سب ہی ڈاکوؤں کا ایک گروہ دوسرے گروہ کے خلاف کر رہا ہے۔ یہ حقوق کی ڈیمانڈ ڈاکے کے حقوق کے لئے کوششیں ہیں۔ اب تو حال یہ ہے کہ عوام تھوڑے اور ڈاکو زیادہ ہو گئے ہیں۔ بلکہ عوام تو ناپید (Endanget Species) ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ڈاکہ ماری جرم نہیں رہا۔ عوامی شہری بن کر رہنا ہی سب سے بڑا جرم بن گیا ہے۔

تاج رحیم

کاروبارِ جہاں رضائے الٰہی کیلئے

مولانا محمد اکرم اعوان

سورۃ یٰسین میں بائیسویں پارے کی آخری اور تیسویں پارے کی شروع کی آیات میں اسلام اور مسلمان کا بہت خوبصورت تعارف ملتا ہے اور یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے آپ کو اپنے چہرے کو اپنے ذہنی پہلو کو بخوبی دیکھ سکتا ہے یہاں ایک قوم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے جن کے پاس اللہ کریم نے پہلے ہی دو نبی بھیجے پھر ایک نبی اور بھیج دیا بیک وقت تین نبی ایک شہر یا ایک قوم کے پاس آئے اور قوم کا جواب یہ تھا کہ جب سے آپ لوگ آئے ہیں تو ہمیں کوئی دنیوی فائدے کی بجائے دنیوی نقصانات ہی ہوئے ہیں۔

قالوا انا تطیرنا بکم۔ ہم تو تمہارے آنے کو فال بدخیال کرتے ہیں منحوس خیال کرتے ہیں کہ تم جب سے آئے ہو تو کوئی نہ کوئی مصیبت آئی ہے کوئی نہ کوئی تکلیف آئی ہے کوئی نہ کوئی پریشانی آئی ہے۔

لئن لم تنتھوا۔ اور اگر تم اپنی اس بات سے باز نہ آئے **لنرجمنکم** ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے۔ **ولیمسنکم منا عذاب الیم ○** اور ہماری طرف سے تمہیں بہت سخت سزا دی جائے گی یہ جواب تھا جو اس قوم نے اللہ کے رسولوں کو دیا آج بھی اگر آپ غور فرمائیں۔ آپ کو بے شمار لوگ ایسے ملیں گے جو یہ بات سمجھ رہے ہوں گے کہ جب سے نماز شروع کی ہے کاروبار مندہ ہو گیا ہے جب سے دین سیکھنا یا پڑھنا شروع کیا ہے صحت ٹھیک نہیں رہی حالانکہ ہوتا یہ ہے کہ اگر وہ دین پر عمل نہ بھی کرتے تو جو تکلیف آتی ہے وہ شاید اس لئے زیادہ شدت کے ساتھ آتی اور دین کا تعلق جو ہے دین کا نتیجہ جو ہے یہ دنیوی مال و دولت نہیں ہے دین کا حاصل ہے اللہ سے تعلق۔

عبادت کا حاصل ہے اللہ کی رضا اور اس میں دنیا کے فوائد اگر مل جائیں تو وہ اللہ کی عطا ہے لیکن اگر دنیا ساری بھی چلی جائے دین باقی رہ جائے تو آدمی خسارے میں نہیں ہوتا۔ وہ جیت گیا کیونکہ دنیا تو ویسے بھی ایک دن جانی ہے کتنی بھی کوئی دنیا جمع کر لے حکومت بنا لے شہنشاہ بن جائے آخر اس ساری سلطنت رعب و داب دبدبے جائیداد مال و دولت کو چھوڑ کر اسے جانا ہے تو جانے والی چیز اگر ضائع ہو جائے تو دکھ کا مقام یہ ہے۔ اگر کسی کو دین پر عمل کرنے کی توفیق ہو اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو یاد الٰہی کی توفیق ارزاں ہو تو اس پر مصیبت بھی آئے تو وہ مصیبت بھی ترقی درجات کا سبب بن جاتی ہے لیکن آدمی اپنے تھوڑے حوصلے کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے تھوڑی سی تکلیف میں تھوڑی سی شدت میں اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ گھبراہٹ جو ہے صرف دین کے

معاملے میں ہوتی ہے دنیوی کاموں میں لوگ بڑی تکلیفیں برداشت کرتے ہیں معمولی سا نفع حاصل کرنے کے لئے سینکڑوں میلوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور پھر نقصان ہو جاتا ہے ہم نفع کی امید پہ سفر کرتے ہیں نقصان ہو جاتا ہے ہم پیسہ کمانے کے لئے باہر جاتے ہیں گھر چھوڑا' اولاد چھوڑی' سارے رشتہ دار چھوڑے' اٹھنا بیٹھنا گھر کا سارا گیا باہر گئے اور وہاں ساری عمر لگا کر بعض لوگ کچھ بھی نہیں کما سکتے بعض قتل ہو جاتے ہیں بعض بیمار پڑ جاتے ہیں تو اس سے کوئی نہیں گھبراتا کہتے ہیں یہ تو ہوتا رہتا ہے دین کے معاملے میں فوراً" گھبراہٹ آ جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس پہ ہمارا اپنا اعتماد ہوتا ہے کہ میں دنیا کمانے کے لئے کوشش کر رہا ہوں خیر ہے نقصان بھی ہو گیا تو پھر کما لوں گا اور دین کے معاملے میں ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اللہ کی کتاب پر اعتماد کرنا پڑتا ہے جب اس اعتماد میں کمی ہوتی ہے تو پھر تھوڑا سا نقصان بھی بہت نظر آتا ہے۔

تو اس قوم نے بھی اللہ کے رسولوں کو یہ جواب دیا کہ بھئی آپ کے آنے سے تو کوئی پریشانی ہی آئی ہے مصیبتیں ہی آئی ہیں مزے سے جی رہے تھے ہمیں تو کوئی نہ کوئی تکلیف ہی دیکھنا پڑی ہمیں تو تمہارا آنا فال بد نظر آتا ہے منحوس نظر آتا ہے انہوں نے فرمایا۔

قلوا طائر کم معکم۔ جو برائی تم پر مسلط ہو رہی ہے یہ تمہارے اپنے کردار تمہارے اعمال تمہارا افعال کا نتیجہ ہے ہمارے آنے کے سبب نہیں ہے بلکہ اس راہ کو تم چل رہے ہو جو کچھ کر رہے ہو یہ اس کا نتیجہ ہے بہرحال یہاں ایک آدمی کا ذکر ارشاد فرمایا رب جلیل نے **و جلہ من اقصا المدینتہ رجل یسعی۔** ایک شخص شہر کے دوسرے سرے سے بھاگتے ہوا آیا اور اس نے کہا **قل یقوم اتبعوا المر سلین۔** اس نے کہا اے قوم اللہ کے رسولوں کے اتباع کر لو ان کی بات مان لو ان کی اطاعت قبول کر لو اس لئے **اتبعوا امن لا یسئلکم اجرا۔** ان لوگوں کی بات تم کیوں نہیں مانتے ہو جنہیں تم سے کوئی مزدوری لینے کی غرض نہیں ہے تم سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔

و ھم مھتدون ○ اور بات بھی بڑی کھری کہتے ہیں بڑی سیدھی راہ بتاتے ہیں خود ہدایت یافتہ ہیں تمہیں ہدایت کی طرف بلاتے ہیں اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ اس میں کوئی ان کا بزنس کوئی لین دین نہیں ہے انہیں کوئی لالچ نہیں ہے کوئی طمع نہیں ہے تم سے کسی نفع دنیوی مال و دولت کی امید پر بات نہیں کر رہے اگر انہیں تم سے دنیا لینی ہوتی تو امکان تھا کہ جھوٹ بول کر غلط بات کہہ کر جھوٹا وعدہ کر کے تم سے پیسے لے لیتے تم سے کوئی فائدہ اٹھانا ہوتا تم سے ووٹ لینے کی غرض ہوتی تو جھوٹا وعدہ کر کے یا جھوٹ بول کر لے لیتے وہ تو تم سے لینا کچھ نہیں چاہتے دینا ہی چاہتے ہیں۔

اس آیت کریمہ نے تعین کر دی کہ دین کا کام کرنے والے کے لئے اجرت کی طلب جو ہے اللہ کے پاس ہے دین کو مال تجارت بنانے والا بدترین انسان ہے جو دین سے دنیا کمانا چاہتا ہے یہ بالکل ایسا ہے جیسے کوئی جواہرات دے کر چھائی خرید رہا ہے راکھ خرید رہا ہے کیونکہ دنیا راکھ سے بھی گئی گزری ہے راکھ بھی شاید کسی کام آ جاتی ہو گی لیکن دنیا تو مطلقاً" ہی چھوڑ کر جانا ہے اس کے ساتھ اتنا کام بھی نہیں دے گی جتنا راکھ آپ کسی زخم پہ آپ ڈال دیتے ہیں تو دین اتنی بڑی قیمتی اور سب سے زیادہ گرانما یہ دولت ہے کہ اس کے بدلے دنیا خریدنا تو بدترین تجارت ہے۔ اب دین دار جو دین کا کام کرتے ہیں وہ تنخواہ پاتے ہیں دین دار جو دین کا کام کرتے ہیں دینی مدارس میں ملازمت اختیار کرتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں ہے مراد یہ ہے کہ دنیا کے لالچ میں آ کر جہاں دین کو توڑ مروڑ دے دین کا غلط فتویٰ دے غلط مسئلہ بتائے اپنے دنیاوی فائدے کے لئے یا دوسرے کو راضی

کرنے کے لئے حیلے حوالے بتائے اور صرف دنیا حاصل کرنے کے لئے دین کے خلاف عمل کرے تو یہ وعید اس پر وارد ہو گی کہ دین کو اس نے حصول دنیا کا ذریعہ بنا لیا۔ جو لوگ دین کا کام کرتے ہیں انہیں جو تنخواہ یا اجرت ملتی بھی ہے وہ دینی کام کا معاوضہ نہیں ہوتا بلکہ ایسے حضرات جو ہمہ وقتی ملازمت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ کسی دوسرے کام کے قابل نہیں رہتے ان کے پاس وقت نہیں بچتا تو فقہاء کے نزدیک انہیں ان کے اس وقت کی اجرت دی جاتی ہے دینی کام کی اجرت اللہ ہی دے گا۔ جو تنخواہ معلمین پاتے ہیں جو تنخواہ امام مسجد کے ائمہ پاتے ہیں اس کا جواز فقہاء کے نزدیک یہ ہے کہ آپ اگر کسی آدمی کو باؤنڈ کر دیتے ہیں اسے پابند کر دیتے ہیں کہ اسے پانچوں نمازیں یہاں پڑھانی ہیں تو آپ نے اس کا وقت لے لیا نماز تو اس پر فرض تھی اسی مسجد میں تو فرض نہیں تھی جہاں وقت ہوتا وہ پڑھ لیتا اپنی مزدوری کرتا کاروبار کرتا تجارت کرتا جہاں جاتا جہاں وقت ہوتا پڑھ لیتا نماز تو فرض تھی آپ نے اسے آنے جانے سے روک دیا کاروبار سے روک دیا اس کا وقت آپ نے لے لیا کہ آپ یہیں نماز پڑھائیں گے تو جو تنخواہ آپ دیتے ہیں یہ اس وقت کی اجرت ہے اس کے وقت کا معاوضہ ہے دین کا نہیں دین کا جو کام کرے گا اس کا اجر اسے اللہ ہی دے گا کیونکہ دین اتنی قیمتی دولت ہے کہ اس کا بدلہ نہ دنیا ہو سکتی ہے اور نہ کوئی انسان اس کا بدلہ دے سکتا ہے تو یہاں اللہ کے رسولوں کی صداقت بھی ایک بہت بڑی دلیل جو ارشاد ہوتی ہے وہ یہ تھی کہ دنیا کے بدلے وہ دین فروخت نہیں کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں روساء مکہ کا وفد حاضر ہوا بہت معروف واقعہ ہے اب ان کے نزدیک دنیا میں تین ہی چیزیں بہت زیادہ قیمتی تھیں انہوں نے تینوں باتیں پیش کر دیں اگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دولت چاہتے ہیں تو ہم عرب قبائل سے چندہ جمع کر کے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ اتنی دولت عرب میں کسی دوسرے کے پاس نہیں ہو گی اگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سلطنت اور حکومت چاہتے ہیں تو ہم تمام عرب قبائل کو متحد کر کے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنا بادشاہ مان لیتے ہیں اگر آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی کی بیٹی سے کسی خاتون سے کسی خوبصورت عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو عرب کی خوبصورت ترین عورت جو ہے لڑکی جو ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں کوئی چیز ان تینوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو چاہئے تینوں چیزیں بیک وقت چاہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس نئے مذہب والی بات نہ کریں ہمارے بتوں کو برا بھلا نہ کہیں ہمارے آباؤ و اجداد سے جو رسومات آ رہی ہیں انہیں مت توڑیں اور یہ نیا تماشہ نہ بنائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جواب سیرت کی کتابوں میں حدیث کی ساری کتابوں میں موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا یہ تو وہ چیزیں ہیں جو تم کر سکتے ہو جو تم نہیں کر سکتے اگر تم آسمان سے سورج اور چاند اتار کے لے آؤ اور میرے ایک ہاتھ پر سورج اور ایک ہاتھ پہ چاند بھی رکھ کر کہہ دو کہ یہ سب کچھ تم لے لو اور اللہ کا دین اور اللہ کا پیغام پہنچانے سے باز آ جاؤ تو میں تمہاری پیش کش قبول نہیں کر سکتا جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ تو تمہارے بس میں ہے جو تمہارے بس میں نہیں ہے تم وہ بھی کرنا چاہو تو سودا بازی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ میں یہ کسی کاروبار کے لئے نہیں کر رہا میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں کو پہنچانا میرا فرض ہے۔

تو اللہ کریم جنہیں دینی علم عطا کرتا ہے ان پر اس کا یہ احسان ہوتا ہے کہ انہیں وراثت نبوت عطا ہوتی

ہے نبی کی وراثت اس کے علوم ہوتے ہیں اس کی برکات ہوتی ہیں اور اگر کسی کو یہ نعمت حاصل ہو تو اسے آگے پہنچانے کے لئے کسی دنیوی اجر کا طمع نہیں ہونا چاہئے اگر کوئی طمع کرتا ہے تو اس سے بدتر انسان روئے زمین پر کوئی نہیں۔ تو یہی دلیل انہوں نے دی کہ ایسے آدمیوں کی بات کیوں نہیں مانتے ہو جو بہت کھرے بہت سیدھے بہت صحیح انسان ہیں اور پھر جو بات کہتے ہیں اس پر تم سے کوئی بدلہ بھی مانگتے کوئی لالچ بھی نہیں ہے انہیں رہی میری بات تو فرمایا۔

و ملی لا اعبدو الذی فطرنی۔ جس نے مجھے پیدا کیا اور میرے ایک وجود میں پوری کائنات کا نقشہ سمو دیا ایک ایک رگ ایک ایک تار میں اس نے کروڑوں خوبیاں بھر دیں مجھے زندگی دی مجھے صحت دی مجھے پیدا کیا مجھے وجود دیا مجھے روح بخشی کیا میں اس کی عبادت نہ کروں اور صورت یہ ہے۔

و الیہ ترجعون ○ مجھے واپس اس کے پاس جانا بھی ہے یعنی یہی نہیں کہ اس نے پیدا کیا اس نے ہم پر انعام کیا بلکہ ہمیں واپس اس کے حضور اس کی بارگاہ میں جواب بھی دینا ہے تو اس کی عبادت کیسے نہ کروں اور تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو معبود بنا لوں گا اگر وہ رحمٰن و رحیم مجھ سے خفا ہو جائے اگر وہ مجھے دکھ پہنچانے کا ارادہ کر لے تو اس کے بغیر جس کی عبادت کرتا ہوں وہ تو سفارش کرنے کے قابل بھی نہیں ہو گا مقابلہ کر کے اس کو روکنا تو دور کی بات ہے وہ تو سفارش بھی نہیں کر سکے گا تو ایسا کر کے۔

انی اذا لفی ضلل مبین ○ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں گمراہ ہو جاؤں اب اسلام کیا ہے اسلام کا رو کفر کا نام ہے اگر کوئی شخص مصلحتوں کا شکار ہو گیا اپنے اسلام کے اظہار کی جرات نہیں رکھتا تو اس کا دین بھی ممکن نہیں ہے اگر کوئی شخص کفر اور اسلام دونوں کو ملا کر درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ مسلمان نہیں ہے دین دار نہیں ہے۔ دین کھری بات کا نام ہے سیدھی سیدھی بات انہوں نے فرمایا۔

انی امنت بربکم۔ میں تمہارے پروردگار پر ایمان لاتا ہوں یعنی پروردگار تمہارا بھی وہی ہے پیدا تو تمہیں بھی اس نے کیا رب تمہارا بھی وہی ہے روزی تمہیں بھی وہی دیتا ہے اور فرمایا **فا سمعون ○** خوب اچھی طرح سن لو تمہیں کوئی غلط فہمی نہ رہے کہ میں اللہ کی واحدانیت پر اور اس کے رسولوں پر اس کے بتائے ہوئے قاعدے پر ایمان لاتا ہوں اور اس کے سوا جن کی عبادت تم کرتے ہو میں ان سے بیزار ہوں میں ان کو چھوڑتا ہوں۔ اب نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اکیلا آدمی تھا دوسری طرف بڑے بڑے سردار تھے قوم تھی انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

بظاہر دیکھا جائے تو بڑے خسارے کا سودا ہے کہ ہنستا بستا گھر چھوڑ کر بیوی بچے چھوڑ کر والدین اور بہن بھائی چھوڑ کر ایک آدمی اچھا بھلا صحت مند آیا اور بات کر کے قتل ہو گیا لیکن اللہ کی راہ میں اور احقاق حق میں قتل ہو جانا بھی بہت بڑے منافع کا سودا ہے کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

قیل ادخل الجنتہ۔ ہم نے اسے کہا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اور اس وقت اس نے جو الفاظ کہے وہ نقل کئے ہیں قرآن حکیم نے وہ کہنے لگا کہ تب میں جب دنیا میں تھا اور ان سے بات کر سکتا تھا اب میرا جہان الگ ہے اور ان کا جہاں الگ ہے کاش میری قوم کو بھی یہ پتہ چلتا کہ دین پر زندہ رہنا بھی برکت سے خالی نہیں اور دین پر مرنا بھی کمال حیات ہے کاش میری وہ اس عزت سے اس عظمت سے اللہ کی رحمت سے اور جو درجہ مجھے عطا ہوا ہے۔

قل یلیت قو می یعلمون ○ کاش میری قوم کو یہ پتہ چل جائے **بما غفرلی ربی۔** اللہ نے مجھے کس

طرح معاف کر دیا کتنی خطائیں تھیں کتنی کوتاہیاں تھیں عبادات میں کتنی کمی تھی کتنی انسانی کمزوریاں تھیں جن سب سے اللہ کریم نے معاف کر کے **و جعلنی من المکرمین** ○ اور اس نے مجھے بہت عزت سے نوازا ہے بہت بڑا درجہ دے دیا ہے کاش لوگوں کو یہ پتہ چل جاتا وہ بھی ہدایت پا جاتے۔

غرض دین اسلام دنیوی زندگی سے منع نہیں کرتا دنیا کی کسی نعمت سے نہیں روکتا دولت کمانے سے منع نہیں کرتا اچھا کھانے سے منع نہیں کرتا شادی کرنے سے نہیں روکتا گھر بنانے سے نہیں روکتا نیند پوری کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن اس سارے نظام میں اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے کام بھی مسلمان آخرت کے لئے کرے کاروبار کرتا ہے تو اس سے مراد صرف پیسہ کمانا نہ ہو بلکہ کاروبار سے مراد بھی رضائے الٰہی ہو اور جائز طریقے سے چیزیں خریدے جائز منافع پر بیچے اس سے نفع بھی کمائے لیکن اللہ کے احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے پھر کاروبار میں اتنا منہمک نہ ہو جائے کہ اللہ کی عبادت رہ جائے اپنا کام بھی کرے مزدوری بھی کرے اور عبادت کے اوقات میں اللہ کی عبادت بھی کرے دولت کمائے کروڑوں روپے کمائے اچھا کھائے لیکن اس اچھا کھانے کی حدود ہیں جن چیزوں کے کھانے سے اللہ نے روک دیا ہے جنہیں رب نے حرام قرار دے دیا وہ نہ کھائے حلال جتنا جی چاہتا ہے کھائے حلال سے تو منع نہیں کرتا۔

پہننے کے لئے جن چیزوں سے اللہ نے منع کر دیا وہ نہ پہنیں جن کی اجازت ہے وہ اچھے سے اچھا لباس پہنے اچھا گھر بنائے اچھی گاڑی رکھے شادی کرے بچے پالے زندگی کے کسی کام سے اسلام نے روکا نہیں بلکہ اسلام میں جو بات ہے وہ صرف یہ ہے کہ دنیا کی زندگی بھی بھرپور طریقے سے گزارے مگر گزارے آخرت کے لئے دنیا کا ہر کام اس انداز سے کرے جس انداز سے کرنے کا حکم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیا اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اسے تجارت سے صرف نفع نہیں آئے گا صرف مزدوری سے پیسے نہیں کمائے گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی آخرت کی تعمیر بھی ہوتی رہے گی جو دائمی اور ابدی زندگی ہے اسلام کی ساری بنیاد اخروی زندگی پر ہے اگر کسی کا یقین آخرت سے کمزور ہو جائے تو اسلام پر عمل نہیں کر سکتا۔

ہمارا یہ جو دور آج کا ہے یہ بہت بڑی بے عملی کا دور ہے نماز کی فکر نہیں بلکہ نماز کو بوجھ سمجھا جاتا ہے حلال حرام کی فکر نہیں بلکہ عدالت میں بھی شرعی عدالت نے بھی سود کے حرام ہونے کا فیصلہ دیا تو بے شمار شرفاء زور لگا رہے ہیں بلکہ آج میں اخبار میں دیکھ رہا تھا ہمارے ایک وزیر صاحب کہتے ہیں یا تو عدالت فیصلہ حکومت کے حق میں کرے یعنی کہے کہ سود حلال ہے اور اگر عدالت ایسا نہیں کرتی تو حکومت کو عدالت سے اختیارات واپس لے لینے چاہیں بھئی عدالت کے کہنے سے کیا حلال ہو جائے گا جس چیز کو اللہ نے حرام کر دیا اگر عدالت بھی حرام کو حلال کہے گی تو عدالت بھی اللہ کی مجرم ہو گی اس سے وہ حلال تو نہیں ہو جائے گی تو یہ کیوں ہے آخر۔ اب سود کے لئے اللہ کریم کا ارشاد قرآن میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ جو سود لیتا ہے اس کے ساتھ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اعلان جنگ ہے کسی اور جرم پر یہ وعید قرآن میں موجود نہیں ہے قرآن حکیم میں کفر کی سزا کا بھی تذکرہ ہے کہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ زانی کے لئے سزا مقرر ہے دنیا کی بھی آخروی بھی۔ قاتل کے لئے سزا کا قرینہ مقرر ہے لیکن سود خور کے لئے کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی کہ سود خوار کو یہ سزا دی جائے گی بلکہ سود خوار کے لئے ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اعلان جنگ ہے۔ اعلان جنگ سے مراد یہ ہوتا ہے کہ جو وسائل مقابل کے پاس ہوتے ہیں وہ دشمن کو تباہ کرنے کے لئے وہ اپنے وسائل لگا دیتا ہے یعنی جتنے عذاب اللہ کی بارگاہ

میں اور غضب الٰہی میں ہیں خوب سارے دھوپ دیے جائیں گے کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور ہم مختلف حیلوں بہانوں کی آڑ لے کر سود کھاتے ہیں کیوں کھاتے ہیں اس لئے کہ آخرت سے امید کمزور ہے۔ گناہ کا ہو جانا بڑی بات ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کے علاوہ ہر شخص سے گناہ ہو سکتا ہے خطا ہو سکتی ہے لیکن اس خطا کو آخرت کے ساتھ ملا کر دیکھنا یہ ایمان ہے خطا ہو گئی تلافات کرے پھر اسے ہمیشہ کے لئے بنا لینا آج ہم کہتے ہیں کہ معاشرہ ایسا ہے۔

لیکن جب آقائے نامدار صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث ہوئے تو پوری دنیا کا معاشرہ کافرانہ تھا پوری دنیا پر شرک مسلط تھا پوری دنیا پر اس وقت بھی سودی نظام رائج تھا سود لیا جاتا تھا شراب پی جاتی تھی جوا کھیلا جاتا تھا یہ ساری چیزیں اس معاشرے کا روزمرہ کا معمول تھیں جو چند آدمی بھی مسلمان ہوئے دو ہوئے چار ہوئے یا دس ہوئے ان میں سے کسی نے نہیں کہا کہ پورے روئے زمین کے لوگ ایک طرف ہیں دس بندے ایک طرف ہم کیا کریں گے انہوں نے کہا نہیں ہم مسلمان ہیں ہم اسلام کے مطابق جئیں گے اسلام کے مطابق مریں گے معاشرے کا جو جی چاہے کرے اور تاریخ گواہ ہے اس بات پر کہ روئے زمین پر معاشرے کا جو جی چاہے کرے اور تاریخ گواہ ہے اس بات پر کہ روئے زمین پر معاشرے کا جو تسلط تھا وہ ٹوٹ گیا مسلمان نہیں ٹوٹے یعنی کتنی عجیب بات ہے کہ پوری دنیا پر جو رواج تھا جو رسومات تھیں جو قانون بنے ہوئے تھے کافرانہ اور شرکانہ وہ قوانین ٹوٹے وہ رسومات ٹوٹیں وہ رواجات ٹوٹے مسلمان نہیں ٹوٹے کیوں نہیں ٹوٹے آخر اس لئے کہ صحبت نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان میں آخرت کو اس طرح راسخ کر دیا تھا ایمان بالآخرت کو۔

ایک حدیث میں ملتا ہے ایک صحابی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں داخل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا **کیف اصبحت**۔ آج کا دن کیسا ہے تمہارا کیسے صبح کی تم نے کہنے لگا یا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایمان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہنس کر فرمایا تمہارے پاس تمہارے ایمان کی کیا دلیل ہے تو وہ جہاں کھڑے تھے وہاں کھڑے ہوئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں یہاں کھڑا ہوا میدان حشر کا واقعہ مشاہدہ کر رہا ہوں میں جنتیوں کو جنت میں جاتا ہوا دوزخیوں کو دوزخ میں جاتا ہوا دیکھ رہا ہوں یعنی یقین کا یہ کمال تھا کہ جو چیز بعد میں واقعہ ہونی ہے وہ ان کے قلوب میں منعکس کا یہ کمال تھا کہ جو چیز بعد میں واقعہ ہونی ہے وہ ان کے قلوب میں منعکس ہو کر راسخ ہو گئی تھی گویا وہ اسے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا بے شک تو اپنے ایمان میں سچا ہے۔ اسی بات پر قرآن نے زور دیا جب پہلی شروع میں سورۃ بقرہ کے شروع میں ایمان کی بات آئی۔

والذین یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک۔ وہ لوگ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں پہلے جو اللہ کا دین نازل ہوا اللہ کے رسول آئے سب کو مانتے ہیں اس سب کے ساتھ حالانکہ جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا اس میں بھی آخرت کا ایمان شرط ہے اس کے ساتھ پھر الگ فرمایا۔

و بالاخرۃ ھم یوقنون۔ اور وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں ہمارا حال یہ ہے کہ آدمی دنیا سے گزر جائے ہم اس کے ساتھ جو آخری بھلائی کر سکتے ہیں وہ جنازے کی دعا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ جنازے کی دعا میں اپنے لئے اور اپنے اہل و عیال کے لئے اور تمام زندہ رہنے والوں کے لئے دعا شامل ہے اور سب سے پہلے ہے مرنے والوں کا ذکر بعد میں آتا ہے سب سے پہلے کہتا ہے **اللھم اغفر لحینا**۔ اے اللہ ہمارے سارے

زندوں کو بخش دے ہم سب نے آنا ہے یہاں **و میتنا** اور ہمارے اس میت کو بھی بخش دے مرنے والے کا تذکرہ اس دعا میں بعد میں ہے اور جو زندہ کھڑے ہیں یا جو زندہ گھروں میں موجود ہیں یا جو بھی عالم اسلام کے مسلمان ہیں وہ سارے اس دعا میں شامل ہوتے ہیں یا اللہ جتنے مسلمان زندہ ہیں ان سب کو بھی بخش دے اور اس مرنے والے کو بھی بخش دے۔

و شاھدنا و غائبنا اور ہمارے جو یہاں حاضر ہیں اسے بھی بخش دے جو غائب ہیں ان کو بھی بخش دے **و صغیرنا و کبیرنا** ہمارے بزرگوں کو بھی بخش ہمارے بچوں کو بھی بخش۔ یعنی سب کی موت متاظر ہو جاتی ہے یہ آئینہ سامنے آجاتا ہے مجھے بھی مرنا ہے میرے آباؤ و اجداد کو بھی مرنا ہے میری اولاد کو بھی مرنا ہے میرے دوستوں رشتہ داروں کو بھی مرنا ہے تو اے اللہ ہم سب پر رحم فرما اور ساتھ اس مرنے والے کو بھی بخش دے۔

اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام۔ اللہ تم ہمیں زندہ رکھے تو جو بھی ہم سے زندہ رہے اسے اسلام پر زندہ رکھ **و من توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔** اور اگر ہمیں موت دینا ہے تو اسلام پر اور ایمان پر موت نصیب فرما اسلام کے ساتھ زندہ رکھ۔ یعنی وہاں بھی اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ صرف یہ بندہ نہیں مرا تم سب مرنے والے ہو اور اس کی موت پر بے فکر نہ ہو جاؤ اپنی موت کی تیاری کر رکھو اپنے لئے بخشش کا سامان کر رکھو اپنے بچوں کے لئے اپنے بوڑھوں کے لئے اپنے دوستوں کے لئے جو حاضر ہیں جو غائب ہیں سب کے لئے اہتمام کر کے رکھو ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے لئے نہ سہی اور بچوں کے لئے نہ سہی بزرگوں کے لئے نہ سہی مرنے والے کے لئے بھی اتنی بھی جنازے کی دعا بھی یاد نہیں کرتے تو جس قوم کے افراد میں اتنی حس بھی نہیں رہی کہ وہ مرنے والے کے لئے مسنون دعا جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی ہے وہ یاد رکھیں آپ کا خیال ہے کہ ہمارا..........

اسی کو مرنا تھا جو دفن ہو رہا ہے باقی لوگ بیٹھے گپیں لگا رہے ہوتے ہیں یہ جو وطیرہ ہے ہمارا آخرت کے ایمان کی کمزوری کا اس نے ہمیں دین پر عمل کرنے سے روک دیا اور دنیا کی اہمیت بڑھ گئی آخرت کی اہمیت کم ہو گئی نتیجہ یہ ہوا کہ آدمی دنیا کے چند سکوں کے لئے پوری اخروی زندگی قربان کر دیتا ہے۔ دنیا میں شہرت و ناموری پانے کے لئے پورا دین چھوڑ دیتا ہے چند لوگوں سے اپنی بلے بلے منوانے کے لئے پورے دین کے خلاف چلا جاتا ہے لیکن یہ دنیا اس کی دولت یہ ساری واہ واہ اور بلے بلے تب تک ہے جب تک وجود دنیا میں قائم ہے موت نے بڑے بڑے ناموروں کا خمار ایک پل میں نکال دیا اور آج جب ہم گزرتے ہیں تو اکثر ان پہاڑوں میں آپ جاتے ہوئے کبھی گئے ہوں تو دیکھیں عجیب عجیب کھنڈرات ملتے ہیں بڑے بڑے خوبصورت مکانوں کی بنیادیں۔

میں اگلے دن یہاں دیکھ رہا تھا جنگل میں کبھی کسی زمانے میں کوئی آبادی ہوئی ہو گی آج رواج بنا ہے بیڈ روم بنانے کا۔ ہم نے جو زمانہ دیکھا ہمارے آباؤ و اجداد نے جو دیکھا یہاں ایک بڑا سا لمبا سا کوٹھا ہوتا تھا کچا سا اس میں ایک طرف مویشی بندھے ہوئے درمیان میں آگ جلتی تھی اس طرح سے ہم لوگوں کے رہنے کا ہوتا تھا ہم نے تو یہی دیکھا بچپن میں اور یہاں سارے لوگ اسی طرح رہتے تھے ایک لمبا سا مکان ہوتا تھا کچا اس میں بے شمار لکڑیاں کھڑی کی جاتی تھیں ستونوں کی شکل میں بڑے بڑے موٹی لکڑیوں کی چھت ہوتی تھی اور بہت لمبا سا ہوتا تھا ایک طرف گائے بھینسیں بندھی ہوتی تھیں درمیان میں چولہا ہوتا تھا ایک طرف پڑی ہوتی تھیں چارپائیاں وہ بھی کسی کو لحاف نصیب ہوتا تھا اور آدھے ہیں جو وہ جھل تھڑے ہیں ان میں لوگ پڑے رہتے

تھے اور جنگل بھورے ہوتے تھے بستروں کا نشان نہیں ہوتا تھا۔ اب آکر یہ رواج بنا کہ ایک گھر میں چار آدمی ہیں تو چار بیڈروم بنائے جائیں اور وہ الگ الگ کرے ہوں اور ان کے ساتھ غسل خانے ہوں اور یہ ہو اور وہ ہو لیکن وہ جو کھنڈر اس جنگل اور اس ویرانے میں ہیں وہ بھی اگلے دن دیکھ رہا تھا کہ ان کے گھروں کے نشان بیڈ رومز کی طرز پر اور اس پیمائش پر ہیں یعنی وہ لوگ اس زمانے میں جو صدیوں پہلے بیت چکا ہم سے زیادہ ترقی یافتہ تھے ان کے مکانوں کی پیمائش آپ دیکھیں ان کی بناوٹ آپ دیکھیں ان کی جو بنیادیں باقی ہیں ان کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اس زمانے میں ہر ایک بندے کے لئے الگ الگ بیڈ روم بنایا اور ان بیڈ رومز کی ترتیب ایسی خوبصورت ہے حیرت ہوتی ہے اونچی نیچی جگہ ہے کمرہ نیچے ہے اس کے ساتھ والا دو فٹ اونچا ہے یعنی سیڑھیاں نہیں بنائیں انہوں نے مکان ایسے بنائے کہ آپ کمروں سے گزرتے چلے جائیں اوپر اوپر چڑھتے چلے جائیں گے لیکن وہ لوگ کہاں ہیں وہ کون تھے کوئی نہیں جانتا۔ آج وہاں چند ٹوٹے ہوئے پتھر ہیں کچھ بھی نہیں۔

تو دنیا خود اپنی بے ثباتی کے لئے کافی ہے فرمایا **قل سیروا فی الارض۔** زمین میں پھر کر دیکھو تو سہی۔ **کیف کان عاقبۃ المکذبین۔** جن لوگوں نے سرکشی کی ان کا انجام کیا ہوا۔ جنہوں نے دنیا کے لالچ میں حکومت کے نشے میں طاقت کے زعم میں اللہ کے دین کو ٹھکرایا ان کا پتہ تو پوچھو کہیں ان کی قبر تو تلاش کر کے دیکھو ان کا نشان نہیں ملتا اور جنہوں نے اللہ کو مانا اللہ کی اطاعت کی وہ دنیا سے چلے بھی گئے تو ان کے نقوش ابدالآباد باقی ہیں ہر دین کو ماننے والا ہر اس آدمی کے لئے بھی دعا کرتا ہے جو سیدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ گزرا تھا یا تب سے لے کر اب تک گزرا تھا دین پر چلنے والوں کی یاد دین داروں کے دلوں میں باقی ہے اللہ کی کتاب میں باقی ہے اللہ کے دین میں باقی ہے اور شب و روز کی وہ دعاؤں میں شامل ہیں آپ کی عبادات میں شامل ہیں آپ کی نماز کی دعاؤں میں شامل ہیں آپ کی رمضان کی دعاؤں میں شامل ہیں آپ کی عبادات میں شامل ہیں وہ تو نہیں مٹے اگر ان کے مکان گر گئے تو کوئی فرق نہیں پڑا اگر ان کی جائیدادیں بکھر گئیں تو کوئی فرق نہیں پڑا ان کا تذکرہ ان کا ذکر ان کے لئے دعائے خیر اور ان کی نیک نامی اللہ کی کتاب میں موجود ہے ہر مومن کی زبان پر ہے ہر مومن کا ہاتھ اٹھتا ہے ان کے لئے دعا کے لئے لیکن جنہوں نے دنیا کے لئے دین کو چھوڑا فرمایا ان کا انجام دیکھ کر بتاؤ کہ سوائے غضب الٰہی کی وعیدوں کے اور سوائے نفرت و حقارت کے سوائے ذلت اور بربادی کے ان کے حصے میں کیا آیا کچھ بھی تو نہیں کتنی کھلی کتاب ہے یہ زمین اور کتنے موٹے حروف لکھ دیئے ہیں رب العلمین نے اور یہ کھنڈرات کتنے قصے سناتے ہیں کتنی کہانیاں بیان کرتے ہیں جنہیں ہم سرسری نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ اب تو یہ حال ہے کہ لوگ ان کھنڈروں کی دیواریں اکھیڑ کر انہیں گھر بنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں مختلف پتھر۔ یہ نہیں سوچتے کہ جس نے یہ پتھر تراشے تھے وہ کہاں گیا۔ اگر میں لطف لوٹ کر لے جا رہا ہوں میں کب تک رہوں گا۔

حال یہ ہے کہ جس کو چند دن اقتدار ملتا ہے عجیب بات ہے اس ملک کو بے شمار لوگوں نے لوٹا ہے اس لئے کہ یہ دنیا کا امیر ترین خطہ تھا اور تاریخ میں فرانسیسی ہوں یا برطانوی ہوں یا وسط ایشیائی اقوام ہوں جو قوم چل کر ہندوستان کی سرزمین تک پہنچ سکی وہ ضرور آئی صرف یہاں سے دولت لوٹنے کے لئے اور یہ ایسا عجیب ملک ہے یہ لٹتا رہا لٹتا رہا لیکن چونکہ اس میں خدائی خزانے ہیں زمینیں زرخیز ہیں پہاڑوں میں معدنیات ہیں سونے اور جواہرات سے پہاڑ بھرے پڑے ہیں اس کی دولت ختم نہیں ہوتی سارے لوگ باہر سے آئے اسے

لوٹ لوٹ کر اپنے ملک بناتے رہے ان کی بات سمجھ میں آتی ہے وہ لوٹ کر لے گئے ٹھیک کیا انہوں نے، مغلوں نے لوٹ کر اپنے ممالک آباد کئے انہوں نے ٹھیک کیا انگریز آئے فرانسیسی آئے انہوں نے لوٹا انگریز آئے جی بھر کے لوٹا انہوں نے ملک کو لوٹ کر چلے گئے اب سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جو لوگ یہیں پیدا ہوئے یہیں ہیں یہیں مریں گے یہیں دفن ہوں گے یہ لوٹ کر کہاں لے جا رہے ہیں ایسے پتہ چلتا ہے جیسے ہمارے حکمران ٹولے نے انگریزوں سے بھی زیادہ اس ملک کو فتح کیا ہے اور اپنی فتح کی خوشی میں ہر چیز لوٹی جا رہی ہے آپ اندازہ کیجئے کہ ہم نے ان لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے ایک سو ساٹھ روپے میں حج کیا تھا پانچ سو اور چار سو روپے حج کا خرچ آتا تو عام بات ہے گیارہ سو روپے حج کا سارا تو میری یاد میں تھا مجھے یاد ہے گیارہ سو روپے پہ سفر پھر سے اس سے بڑھ کر تین ہزار ہوا پانچ ہزار ہوا اب وہی بڑھتے بڑھتے پچاس ہزار ہو گیا ہے یعنی باقی لوٹ کو تو آپ رہنے دیں کہ جو آدمی حج کے لئے جانا چاہئے جو سارا اثاثہ نیلام کر کے جائے اور اس پہ حکمران عیش کریں تو کیا یہ آخرت کو ماننے کی دلیل ہے یہ آخرت کو دیکھ کر ہم سارا کر رہے ہیں میں بھی آپ بھی ہم میں سے حکمران بھی ہیں عجیب بات ہے کہ غریب آدمی پر بات بات پر ٹیکس لگتا ہے امیر آدمی کو اربوں روپے دیے جاتے ہیں اور وہ معاف ہو جاتے ہیں اگلے دن اسمبلی میں بحث ہو رہی تھی کسی نے کہا کہ جی آپ نے فلاں آدمی کو تیس کروڑ قرضہ دیا اور اور وہ غلط دیا زیادتی کی تو بڑے آرام سے انہوں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو نہیں دیا تیس کروڑ دیا کتنا کہا صرف بیس کروڑ یعنی جس قوم کو آپ ذبح کر کے اس کا خون نچوڑ رہے ہیں لوگوں کے پاس کھانے کو نہیں انکم ٹیکس دے رہے ہیں لوگوں کے گھر میں ایک بلب جلتا ہے اور اس کا بجلی کا بل دس ہزار آ جاتا ہے یہ کیا تماشا ہے اور عمداً" محکمہ جو ہے واپڈا عمداً" یہ کرتا ہے کہ ہمیں زیادہ رینٹ اکٹھا کرنا ہے زیادہ پیسے جمع کرنے ہیں آپ کہیں تک چلے جائیں ہمارے اس مسجد کے ایک میٹر کا دو میٹر لگے ہوئے ہیں کا بل انہوں نے ایک لاکھ بھیج دیا اور میں نے واپڈا کے چیف تک شکایت کی۔ ٹھیک کر دیں گے ٹھیک کر دیں گے جان انہوں نے ایک لاکھ روپے لے کر چھوڑی باقی نیچے کو تو رہنے دیں چیف تک سے کہا میں نے واپڈا کے جو جرنل صاحب تھے ان سے کہا وہ ٹھیک کر دیں گے غلطی کی ہے انہوں نے زیادتی کی ہے محکمے کی غلطی ہے فلاں غلطی ہے یہ بھی بتایا میٹر اتنا نہیں ہے لیٹ ہو گیا اس پر اتنا سود لگ گیا لیٹ کس نے کیا ہم نے جمع نہیں کرایا یا آپ نے بل نہیں دیا اگر آپ نے بل نہیں دیا تو سود ہم پر یا جرمانہ ہم پر کیوں۔ لگتا ہے جی یہ غلطی ہے محکمے کی کاٹیں گے لیکن کسی نے نہیں کاٹا پورا ایک لاکھ ہمیں جمع کرانا پڑا یا ہم مسجد کی بجلی کاٹ دیں گے اور آپ کسی واپڈا کے ادنیٰ ملازم کے گھر جا کر دیکھیں تو ہزار ہزار پاور کا ہیٹر لگا ہوا ہے کھانا پکانے کے لئے۔ کوئی بل نہیں ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

تو یہ سارا نظام جو ہے اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ہم آخرت سے دور ہو چکے ہیں لیکن یہ مت بھولو کہ صرف یہی دنیا اور یہی لمحے نہیں بلکہ یہاں تو درس عبرت کتنے طاقتور کتنے حکمران کتنے جابر لوگ آئے کیا لے کر گئے بڑے بڑے نامور جو ہیں وہ کیا لے کر گئے حکومت سے اور اس سلطنت سے اور اب ہم کیا لے کر جائیں گے۔ ہمارے وزیر اعظم کا گھر اسلام آباد میں بیاسی کروڑ سے بنا ہے غریب ملک کے غریب وسائل سے بیاسی کروڑ روپے اس ایک گھر پر لگے ہیں اور جب وہ تبدیل ہوئی حکومت۔ بے نظیر صاحبہ گئیں آئے نواز شریف صاحب تو انہوں نے سارے برتن اور اس کے سارے باتھ رومز کا سامان اور باورچی خانے کا سامان تبدیل کیا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ آرام سے ایک ارب روپے کا گھر ایک

آدمی کے رہنے کے لئے بنا۔ جس میں دوائی کے لئے لوگ ترستے ہیں اور ایک ایک گولی کے لئے لوگ مرجاتے ہیں علاج نہیں ملتا جس میں پڑھنے کے لئے سکول نہیں ہیں جس میں ہسپتال نہیں ہے جس میں جینے کا سامان نہیں ہے کہتے ہیں ملک غریب وسائل نہیں ہیں غریب ملک کے امیر حکمرانوں کے چونچلے دیکھو یہ آخرت کے ساتھ ایماندار اور یہ دین داری ہے اس تھوڑے سے دور اقتدار میں اس نیک وزیر اعظم نے تین سو کروڑ کی ملیں لگائیں ہیں انگریز نے کیا لوٹا تھا۔ اتنا نہیں لوٹا انگریز نے کون انگریز تین سو کروڑ لے گیا۔ فاتح تو یہ ہیں جو اب ہیں برسراقتدار اس ملک کو تو ہر آنے والا فتح کرتا ہے یہ سزا کس بات کی ہے میرے اور آپ کے کردار کی۔

یاد رکھئے جب ہم ظلم کرتے ہیں تو ہم پر بڑے ظالم کو مسلط کر دیا جاتا ہے میں اور آپ ایک دوسرے کے دس دس روپے کھا جائیں ہم سمجھتے ہیں معمولی بات ہے لیکن یہ معمولی بات ہم پر دس کروڑ کھانے والے مسلط کر دیتی ہے میں اور آپ اللہ کی اطاعت چھوڑ کر بندوں کی غلامی کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ بندے جب برسراقتدار آتے ہیں تو اس کا نتیجہ ہماری ہی بربادی کی صورت میں ہمیں پر عذاب کی صورت میں مسلط ہوتا ہے تو اگر ہمیں آخرت کے ساتھ یہ دنیا بھی چاہئے تو سب سے پہلے ہمیں آپ نے آپ کو آخرت کا یقین دلانا ہو گا ایک بندہ جس کا آخرت پر یقین کامل ہو اور وہ آخرت کی خاطر جئے اور مرے ساری دنیا بھی دوسری طرف ہو جائے اس ایک بندے کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لئے کہ وہ ایک نہیں ہوتا اس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے لیکن ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہم جن کے پاس آخرت کا سب سے مضبوط وسیلہ اور ذریعہ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ اور بندوں کے درمیان وہ واسطہ ہے جو واسطہ ساری امتوں کو نصیب ہے ہر نبی بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا امتی ہے اور ہر امت بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت ہے اور ساری امتیں اپنے نبیوں کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امتیں ہیں اور ہمیں براہ راست یہ شرف نصیب ہوا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امتیں ہیں اور ہمیں براہ راست یہ شرف نصیب ہوا کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے امتی ہیں اگر اس اعزاز کے ہوتے ہوئے اتنی بڑی ہستی اور طاقت کے ہوتے ہوئے ہمیں بھی اللہ آخرت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اعتماد نہ ہو گا جب کہ اللہ کی کتاب بھی ہمارے پاس موجود ہے تو پھر بتایئے ہم پر ایسے بھیڑیے مسلط نہیں ہوں گے تو کیا ہو گا۔

اور اگر یہی ہوتا کہ اس دنیا کی اس تکلیف کے ساتھ معاملہ ختم ہو جاتا پھر بھی خیر تھی اصل معاملہ تب شروع ہو گا جب آنکھ بند ہو گی تو میرے بھائی صرف کہنے سننے سے بات نہیں بنتی اپنے اپنے دامن میں ہم جھانک کر دیکھیں کم از کم اگر میں اپنی اصلاح کر لوں تو جو وبال ملک پر قوم پر اور بحیثیت مسلمان ساری مسلمان قوم پر آ رہا ہے میری طرف سے کم از کم وہ تو ہٹ جائے ایک بندے کا بوجھ تو اس سے کم ہو اور اگر ہم ایک ایک بندہ اپنی اپنی اصلاح کریں تو سارا عالم اسلام سدھر سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا تھا اس زمانے کے متعلق غالباً" وہ صحیح اترتا ہے فرمایا لوگ ایک دوسرے کو تاکید کریں گے اپنی اصلاح کوئی نہیں کرے گا۔ ایک دوسرے کو کہا کریں گے یہ نہیں ہونا چاہئے وہ نہیں ہونا چاہئے لیکن اپنی بات نہیں کریں گے۔ بظاہر ایک معمولی سی بات ہے قومیں دیکھیں آپکو پتہ چلے گا کہ بے شمار لوگ اپنی قوموں کو سرفراز و سربلند کرنے کے لئے دور دراز ملکوں میں مارے گئے جان دے دی لڑتے ہوئے ان کے نشان مٹ گئے لیکن وہ قوم کی خاطر لڑتے رہے آپ آج انگلیز نذر کو پڑھتے ہیں لیکن وہ کہاں جیتے وہ

یونان سے نکلا اور کہاں تک گیا دنیا اس نے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ کر فتح کی۔ بات کیا تھی کہ ہماری قوم جو ہے وہ دوسروں سے سربلند ہے اور ہمیں دوسروں پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ آپ ہٹلر اور اس کی قوم کو دیکھیں انہوں نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا بات کیا تھی کہ ہماری قوم جو ہے وہ سب سے سربلند ہے ہمیں سب پر مسلط ہونا چاہئے آج ہماری قوم کا کیا حال ہے یہ بڑی عجیب بات ہے اور اس پر بڑا دکھ ہوتا ہے۔

آپ کچھ دن میرے پاس بیٹھ کر دیکھیں ہر آدمی جو قومی فوج میں ملازم ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ میں تنخواہ تو لیتا رہوں لیکن قوم کا کام مجھ سے نہ لیا جائے میرا تبادلہ بھی نہ کیا جائے اور جب میرے بینیفٹ پورے ہوں تو ملک رہے یا نہ رہے مجھے وہ لاکھوں روپے دے کر فارغ کر دیں یعنی بے شمار لوگ صرف اس لئے آتے ہیں کہ اب میری نوکری بائیس سال ہو گئی تو مجھے دو چار لاکھ روپیہ مل جائے گا اور دو لاکھ روپیہ میں نے بنک میں جمع کرا دیا بائیس سو روپیہ ماہوار مل جائے گا تو میں کیوں نوکری کروں حوالدار یا نائیک انہوں نے بتایا تو میں ڈسچارج ہوں تو اس سے غرض نہیں ہے کہ ملک جو ہے وہ تباہ ہو جائے گا یا میں ایک آدمی دفاع کر سکا ہوں جب تک جان میں جان ہے تنخواہ بھی مل رہی ہے راشن بھی مل رہا ہے تو میں نے وہ عہد کیا ہے لڑنے کا یا میں نے قسم کھائی ہے کچھ بھی نہیں کوئی پرواہ ہی نہیں میرا تبادلہ فلاں جگہ فلاں نہیں ہونا چاہئے فلاں ہونا چاہئے تو بھئی آپ کی جگہ جو دوسرا جائے وہ کیا انسان نہیں میری ماں بیمار ہے میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے جب آپ ملازم ہوتے ہیں آپ کو پتہ نہیں باپ بوڑھا ہو جائے گا ماں بیمار ہو گی میں نوکری نہ کروں۔ اگر کر ہی لی اور قومی فوج میں کر لی تو حیرت ہوتی ہے کسی میں ذرہ برابر احساس نہیں کہ میں نے بتیس سال ہو گئے قوم کا خون پیتے ہوئے اس کے نمک پر پلتے ہوئے غریبوں پہ ٹیکس سے تنخواہ لیتے ہوئے تو کچھ تو میں اس کا حق بھی ادا کروں۔ کچھ تکلیف بھی آ جائے تو برداشت کروں تو وہ بات ہی جاتی رہی۔ انگریز کی خدمت کرنے کے لئے لوگوں کی قبریں نہیں ملتیں ہانگ کانگ تک اور برما تک مارے گئے اور کوئی یورپ میں جا کر مارے گئے کوئی جاپان کی قید میں مر گئے غریب اور کوئی ہٹلر کی قید میں مر گئے۔ لیکن جب اپنی باری آئی ہے تو وزیر اعظم کو کیا کہیں ہم سے تو یہ ایک سپاہی ہی نہیں سمجھتا کہ اسے یہ احساس ہو کہ جس قوم کے خون پر میں پل رہا ہوں اس کا بھی کوئی حق بنتا ہے مجھ پر۔ میں اپنا مفاد ہی نہ دیکھوں اس کے لئے بھی کوئی سوچوں تو یہ معمولی بات نہیں ہے جب کسی قوم کی قومی فوج میں بھی یہ دلچسپی نہ رہے کہ قوم رہتی ہے یا نہیں ملک رہتا ہے یا نہیں میں جان بچاؤں تو پھر اس قوم کا اللہ ہی حافظ ہے پھر اس پہ یہ بھروسہ کرنا کہ ان کا آخرت پر ایمان ہے اور یہ ابھی تک مسلمان ہیں یا یہ اسلام سے وفا کریں گے۔

تو میرے بھائی ہمیں اس ملک میں جینا ہے اس ملک میں مرنا ہے اور یہ میری بات یاد رکھیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں اللہ کریم نے اس ملک کو بنایا ہے اور انشاء اللہ اللہ اسے قائم رکھے گا بے وفاؤں کی بے وفائیں خود بے وفاؤں کے لئے وبال جان بنیں گی اس ملک کے لئے نہیں چونکہ اس ملک میں میں نے دنیا میں پھر کر دیکھا ہے جاپان سے ویسٹرن تک جتنے دین دار لوگ اور جتنا دین اس ملک میں ہے روئے زمین پر اور کسی دوسرے خطے میں نہیں ہے جتنے اللہ کو یاد کرنے والے لوگ اور جتنے حلال کھانے والے اور جتنے اللہ کو یاد کرنے والے لوگ اور جتنے حلال کھانے والے اور جتنے اللہ سے ڈرنے والے لوگ اس ملک میں ہیں جتنا دینی علم اس ملک میں ہے اتنا روئے زمین پر کہیں نہیں اور جو اس ملک کے بقاء کی ضمانت ہے میں اور آپ نہیں۔ دین جو ہے اور دین دار جو ہیں اللہ کے وہ بندے وہ غریب وہ مفلس جنہیں جانتے نہیں جنہیں میں جانتا ہوں نہ آپ جانتے ہیں لیکن وہ

جاننا ہے جس کی وہ اطاعت کرتے ہیں وہ اس ملک کی بقاء کے ضامن ہیں نہ میں نہ آپ نہ یہ حکومت نہ حکمران نہ سیاست دان وہ لوگ اس کی بقاء کے ضامن ہیں جنہیں کوئی جانتا ہی نہیں وہ اس ملک میں روئے زمین کے تمام ممالک سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ سے ڈرتے بھی ہیں اللہ کو یاد بھی کرتے ہیں اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انشاء اللہ العزیز یہ ملک رہے گا دین چونکہ رہے گا دین دار رہیں گے تو دین داروں کا ملک بھی رہے گا بے وفا جو ہیں وہ اپنے بے وفائی میں الجھ کر مارے جائیں گے۔

تو لوگو سنبھلو اپنے دوستوں کو اپنے عزیزوں کو اپنے رشتہ داروں کو سنبھالو۔ **قوا انفسکم و اھلیکم نارا۔** اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اپنے ال اولاد کو اپنی بیوی بچوں کو اپنے خاندان کو آگ سے بچاؤ اللہ کی پناہ میں آ جاؤ اللہ کی پناہ میں دنیا بھی بے شمار ہے اور دین اور آخرت بھی ہے اس کے باہر اللہ کی نافرمانی کر کے کہیں جائے پناہ نہیں ملے گی اللہ کریم ہمیں دین کی سمجھ کے ساتھ دین پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

ضرورت اساتذہ

برائے صقارہ اکیڈمی دارالعرفان (منارہ) چکوال

(1) - ہائی سکول کا ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر - یا - 18 گریڈ کا ریٹائرڈ۔ 20 سالہ تدریسی تجربہ رکھنے والا۔

(2) - ایم۔ اے عربی - ایم - اے - اسلامیات - درسِ نظامی

(3) - ایم - ایس - سی - بیالوجی / باٹنی یا بی - ایس - سی

نوٹ: سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھنے والے کو ترجیح دی جائے گی۔

مسلمان کی فطرت ایسی ہوتی ہے کہ وہ معاشرے سے کرش نہیں ہوتا معاشرے کو بدل ڈالتا ہے۔

نفاذ اسلام میں رکاوٹ کون ہے؟

مولانا محمد اکرم اعوان

ایک زمانہ تھا جب پوری انسانیت کافرانہ عقائد و نظریات اور جاہلانہ رسومات میں جکڑی ہوئی تھی اور کافر طاقتیں پورے عروج پر بڑی شان و شوکت اور دبدبے سے حکومتیں کر رہی تھیں بہت بڑی بڑی شہنشاہیتوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے سرداروں تک ہر کوئی کفر ہی کا نمائندہ بنا ہوا تھا اور عجیب بات ہے کہ اگر کہیں کوئی سلیم الفطرت لوگ تھے ' ایسے لوگ تھے جنہیں کفر پسند نہیں تھا جو شرک یا بت پرستی اور ظلم و زیادتی پسند نہیں کرتے تھے تو وہ بھی جانتے نہیں تھے کہ حق کیا ہے؟ صداقت کیا ہے؟ صحیح طریقہ کیا ہے؟ دنیا پہ کوئی ایک متنفس ایسا باقی نہیں تھا جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات سے واقف ہو۔

مولانا عبدالحلیم شرر نے سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک سوانح لکھی ہے۔ انہوں نے ان کے حوالے سے بہت سی عجیب باتیں لکھی ہیں۔ ایک بات جو اپنی ایک عجیب حیثیت رکھتی ہے لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلاش حق میں مختلف عیسائی راہبوں کے پاس' عیسائیوں کی خانقاہوں میں یہود کے علماء کے پاس (بنیادی طور پر وہ آتش پرست خاندان کے ممبر تھے۔ اس آتش پرستوں کے جو عابد و زاہد قسم کے یا گوشہ نشین قسم کے لوگ تھے) پھرتے پھرتے عمر کا طویل حصہ گزار دیا۔ لیکن کہیں بھی انہیں حق میسر نہ آیا حتی کہ سارے بال سفید ہو چکے تھے۔ جب وہ بحیرہ راہب کی خانقاہ میں پہنچے تو اس نے انہیں کہا کہ حق تو میرے پاس بھی نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ ہم مجاہدہ کرتے ہیں اور مراقبات میں ساری رات دن بسر کر دیتے ہیں (اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سال میں ایک دن کچھ وقت کے لئے باہر آتا ہے لوگوں کو) اس کی زیارت ہوتی وہ آدھا گھنٹہ' گھنٹہ تقریر کرتا اور واپس چلا جاتا پھر اگلے سال چند گھنٹوں کے لئے اپنے حجرے سے باہر آتا۔ بحیرہ وہ راہب تھا جس نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو بچپن میں قافلے کے ہمراہ دیکھا تھا۔ مشہور واقعہ ہے) لیکن ہمارا اپنا دل بھی اس محنت پر مطمئن نہیں کہ ہمارے پاس بھی حق نہیں ہے۔ ہم تک جو مذہب پہنچا ہے اس میں حقائق مسخ ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی باتیں ہم تک نہیں پہنچیں اور جو پہنچی ہیں وہ بھی کلی طور پہ درست نہیں کہ ان میں لوگ اپنی باتیں بھی شامل کرتے چلے آتے ہیں۔ اب ہمیں یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ ذات کیسی ہے' اور اس کی صفات کیا ہیں؟ وہ کس بات پہ راضی ہے اور کس پہ خفا ہے؟ ہم تو اپنے ضرر سے لوگوں کو بچانے کے لئے گوشہ نشین ہیں کہ کم از کم ہمارے وجود سے تو کسی کا نقصان نہ ہو لیکن اگر تمہیں حق کی تلاش ہے تو (یہ بات اس نے انہیں کہی) مجھے لگتا ہے کہ وہ بچہ' وہ لڑکا جو قافلے کے ساتھ میں نے دیکھا تھا اس میں مجھے وہ نشانیاں نظر آئی تھیں

جو ہماری پہلی کتابوں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود سے متعلق ہیں۔ اگر تم جا سکو تو وادی القراء میں جاؤ اور وہاں تلاش کرو۔ اب کافی عرصہ بیت چکا ہے اس کی کوئی خبر لاؤ۔ شاید اس نے اعلان نبوت کیا ہو یا اس پر وحی آئی ہو۔ وہاں امید اور ہدایت کی ایک کرن نظر آتی ہے۔ ورنہ تم ساری عمر پھر چکے۔ باقی عمر بھی پھرتے رہو تمہیں حق ملے گا نہیں۔

حضرت سلمان وہاں سے نکلے صحرا کی وسعتوں میں مختلف اطراف سے ہوتے ایک وادی جو وادی القراء کے قریب تھی میں پہنچے تو وہاں لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص جنگل میں گوشہ نشین ہے اس نے پچاس برس سے کسی سے بات نہیں کی اور اس کی عمر ڈیڑھ سو سال سے تجاوز ہے تو شوق پیدا ہوا اور اس کے پاس تشریف لے گئے وہ شخص کسی چٹان پر ایسا محو بیٹھا تھا کہ جنگلی جانور تک اس سے بے تکلف ہو گئے تھے اور ہرن وغیرہ (جنگل کے جو جانور انسانوں سے بہت ڈرتے ہیں وہ بھی) اس کے پاس بیٹھے جگالی کر رہے ہوتے اور انہیں یہ بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ وہ زندہ انسان ہے یا پتھر پڑا ہے؟ وہاں انہیں کافی محنت کرنا پڑی۔ وہ شخص زبان ہی نہیں کھولتا تھا جو چند جملے اس نے انہیں کہے وہ بڑے عجیب ہیں۔ تاریخ کا حصہ ہیں۔ اس نے کہا دیکھو! تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے میں نے پچاس برس سے کسی شخص کے ساتھ بات نہیں کی اس لئے کہ بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کسی کو حق کی تلاش ہی نہیں ہے اور میں اس وقت زمین پر واحد آدمی ہوں جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات کو جانتا ہوں۔ اس وقت کی ساری انسانیت میں واحد متنفس ہوں جس کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا وہ دین ہے جو واقعی انہوں نے پیش کیا تھا۔ اگر میں زبان کھولوں تو آج کے عیسائی میری کھال کھینچ لیں۔ آؤ بیٹھو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اصل عیسائی مذہب کیا تھا اور کیا ہے؟ اس نے اللہ کی واحدانیت' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت' آخرت کے بارے انہیں باتیں بتائیں اور پھر کہا دیکھو! مجھے سمجھ یہ آتی ہے کہ میں اپنا علم جو تمہیں منتقل کر رہا ہوں اسے پوری طرح تم بھی نہیں سمجھ پا رہے صرف سن رہے ہو جو یقین مجھے حاصل ہے وہ میرے کہنے سے تمہیں حاصل نہیں ہو گا۔ جس طرح تم نے بے شمار علماء سے باتیں سنی ہیں اسی طرح کی ایک بات مجھ سے بھی سن رہے ہو اس سے زیادہ کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن میں تمہیں ایک بات بتاؤں میرا وقت ختم ہو چکا ہے جب میں مر جاؤں تو اسی چٹان کے پاس ریت ہٹا کر مجھے دفن کر دینا۔ قریب ہی چشمہ ہے پہلے مجھے غسل دینا پھر اکیلے میرا جنازہ پڑھنا اور مجھے یہاں دفن کر دینا اور تم وادی القراء چلے جاؤ اس لئے کہ جب اس روئے زمین پر ایک بندہ بھی اللہ کی ذات اور اس کی صفات سے واقف نہیں رہے گا تو نیا نبی مبعوث ہو جائے گا۔ اور وہ آخری بندہ میں ہوں۔ معرفت الٰہی سے اگر زمین خالی ہو جائے تو وہ زندہ رہ نہیں سکتی۔ اس کا مطلب ہے کہ میری موت اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت کر دیا ہو گا۔ تو تم مجھے دفن کرنے کے بعد یہاں سے وادی القراء چلے جاؤ اور یہ وہی دن تھے جب نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے اعلان نبوت فرمایا تھا۔

ایک زمانہ تھا کہ روئے زمین کا وہ آخری بندہ بھی دم توڑ گیا جو اللہ کے نام سے واقف تھا اور دنیا میں کوئی اللہ کی ذات' اس کی صفات' اس کے دین' حق و انصاف اور حلال و حرام سے واقف نہیں تھا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کیا بھر دیا اس آوارہ مزاج اور بدوی مزاج قوم میں؟ جن میں ہر شخص تنہا تنہا جیتا تھا یعنی بدویّت کا مزاج یہ تھا کہ ہر شخص اکیلا اکیلا زندہ تھا۔ اپنی قوت بازو پر اور کمزوری موت تھی۔ عزت بچانے کے لئے' اپنا مال بچانے کے لئے' اپنی جان بچانے کے لئے ایک ہی چیز تھی اور وہ تھی قوت بازو۔ جو کمزور پڑتا لوگ اس کے خاندان کی عورتیں پکڑ کر لے جاتے' بچے پکڑ کر غلام بنا لیتے' مال لوٹ لیتے' مردوں کو قتل کر دیتے۔ تو اس کے زندہ رہنے کا کوئی جواز ہی نہیں

تھا۔ وہ قوم جو دوسروں کو لوٹنا ہی اپنا شعار سمجھتی تھی اسے کیا ہو گیا کہ یکایک کہ اس میں تنظیم بھی آ گئی؟ اس میں نظم و ضبط بھی آ گیا' ایثار بھی آ گیا اور اس نے دنیا میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ بڑی بڑی کافر طاقتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئی۔ کتنے لوگ تھے اس میں؟ اس میں صرف ایک بندہ تھا۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ ایک بندے سے وہ انقلاب شروع ہوا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ پھر ایک سے دو ہوئے۔ خواتین میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا' مردوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ تین مسلمان تھے۔ روئے زمین کی عورتوں میں ایک عورت' روئے زمین کے مردوں میں ایک مرد اور روئے زمین کے بچوں میں کرتے والا کمزور دبلا سا ایک بچہ۔ یہ ایک قوم کی بنیاد تھی اور عجیب بات ہے کہ پوری دنیا کا کفر مخالفت پہ متحد ہے۔ لیکن جس دن مکہ مکرمہ میں ایمان قبول کرنے والوں کی تعداد چالیس ہو گئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چالیس چھپ کر نماز پڑھیں؟ بیت اللہ میں کافر بت رکھ کر پوجیں اور ہم چالیس ہونے کے باوجود اگر بت نہیں ہٹا سکتے تو وہاں نماز تو پڑھ سکتے ہیں اور اس دن سے انہوں نے بیت اللہ میں اعلانیہ نمازیں شروع کر دیں۔ یہ چالیس بچاس ! یہ کیا فیگر ہے ! کیا تعداد ہے؟ اور قیصر کے ایک ایک گورنر کے پاس ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ ریگولر سولجر (Regular Soldier) باقاعدہ تربیت یافتہ سپاہی ہوا کرتا تھا جبکہ اس زمانے کی آرمی (Army) یہ ہوتی تھی کہ جب اعلان جنگ کر دیا تو ساری پبلک (عوام) آرمی (فوج) بن جاتی تھی۔ ہر بندہ ٹرینڈ (تربیت یافتہ) ہوتا تھا۔ تیر' نیزہ اور تلوار چلانے کا۔ لیکن جو Paid سولجرز (تنخواہ دار ملازم) ہوتے تھے وہ ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ سپاہی ایک ایک گورنر کے پاس ہوا کرتا تھا اور تیس تیس لاکھ سپاہی روم والے مسلمانوں کے مقابلے پر لائے اور تیس تیس لاکھ کا مقابلہ کیا مسلمانوں نے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی تعداد جہاں بہت کثرت سے ہوئی ہزاروں سے نہیں بڑھی' بہت بڑا معرکہ جو روما کے خلاف لڑا گیا اس میں مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار تھی۔ تو پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا جادو کیا تھا؟ انہیں کیا عطا کر دیا؟ آپ کہئے اللہ پر ایمان ! وہ تو ہمارے پاس بھی ہے۔ آج دنیا میں چھ ارب یا چھ سو کروڑ کی آبادی شمار کی جاتی ہے۔ جس میں کم و بیش دو سو کروڑ یا دو ارب کے لگ بھگ مسلمان ہیں۔ یعنی ہر تیسرا بندہ روئے زمین کا مسلمان ہے۔ دنیا میں اتنی بڑی قوم کوئی بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ باقی اقوام عالم کی تعداد ایک سو بیس یا ایک سو بائیس کے قریب شمار کی جاتی ہے جن سب کی تعداد چار ارب ہے اور اکیلی ایک قوم کی تعداد دو ارب ہے۔ تو جب یہ ہزاروں میں تھے اور دنیا اربوں میں تھی تو انہوں نے پوری دنیا کی کایا پلٹ دی۔ اب یہ کروڑوں میں ہیں اور دنیا کی ساری قومیں ان سے کمتر ہیں اور یہ مار کھائے جا رہے ہیں تو کوئی وجہ تو ہے نا۔ کوئی کمی تو کہیں ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مسلمانوں کو اللہ پہ ایمان دیا اور ہمارے پاس بھی وہی ایمان' وہی عقیدہ ہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مانا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی وہی ہیں جو اس وقت مکہ میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ مت بھولئے کہ آج کوئی دوسری نبوت ہے۔ جن لوگوں نے روئے زمین پر پھر کر جہاد کیا ان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر لڑائی میں ساتھ تو نہیں تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرزمین عرب سے باہر زمین کو یہ شرف نہیں بخشا کہ اس پر پاؤں رکھا ہو۔ جبکہ مسلمان تو روئے زمین پر پھرے۔ ہر جگہ جسمانی طور پر تو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ نہیں تھا۔ اس کی برکات' اس کی رسالت اور اس کی نبوت ہی تھی۔ وہ برکات آج بھی ویسی ہیں' رسالت آج بھی انہی کی ہے' نبوت آج بھی انہی کی ہے۔ اس میں تو کوئی فرق نہیں پڑا۔ یعنی آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت آج ویسی ہی ہے جیسی اس وقت تھی۔ اس وقت بھی کلمہ یہی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آج بھی کلمہ یہی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہاں بھی، وہاں بھی، شمال میں، جنوب میں، مشرق میں، مغرب میں روئے زمین پر نبوت آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ وہ برکات آج بھی ہیں۔ حلال و حرام ہم آج بھی وہی مانتے ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا۔ تیس پاروں پہ مشتمل قران کریم صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو یک مشت نہیں ملا۔ ایک ایک آیت، دو دو آیتیں، چار چار آیتیں انہیں ملیں۔ ہمارے پاس اکٹھا تیس پارے موجود ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات بعثت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری وصال مبارک تک انہیں ایک ایک ارشاد کر کے نصیب ہوا۔ ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک ایک لفظ ضبط کیا ہوا بیک وقت موجود ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ تھوڑے تھے اور سارے زمانے پہ سرفراز تھے اور ہم بہت زیادہ ہیں اور سارے زمانے میں رسوا ہیں؟

جو میری سمجھ میں جو آتی ہے وہ صرف ایک وجہ ہے۔ ہر وہ شخص جسے کلمہ نصیب ہوا اس نے گھر بھی بنایا، روزی بھی کمائی، محنت بھی کی، مزدوری بھی کی، بچے بھی پالے، لیکن اس کی زندگی کا مقصد حصول زر یا بچے پالنا نہیں تھا اس کی زندگی کا مقصد تھا اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق کو ہدایت پر لانا۔ اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے بندوں کو بت پرستی کے عذاب سے، ظالموں کے ظلم سے، فرعونوں کی فرعونی طاقتوں سے، شیطان کی شیطنت سے بچا کر صراط مستقیم پر لانا۔ یعنی وہ زندہ رہتے تھے اللہ کی مخلوق کے لئے، دوسروں کے لئے۔ ہم ساری نمازیں پڑھنے اور سارے روزے رکھنے کے بعد بھی اپنی ذات کے خول سے باہر نہیں آتے۔ دو سو کروڑ مسلمان اکیلا اکیلا جی رہا ہے۔ ہر بندہ یہ چاہتا ہے کہ میرے بچے ٹھیک رہیں، میرا گھر خوبصورت بن جائے، میرے پاس دولت آ جائے، مجھے عہدہ مل جائے۔ باقی دنیا کا کیا ہو گا؟ وہ میرا مسئلہ نہیں ہے لوگ جانیں ان کا کام جانے۔

اقوال عالم کا ایک اصول ہے، قانون ہے کہ قومیں علم و دانش سے زندہ رہتی ہیں۔ عالم، دانش ور، ڈاکٹر، ادیب، انجینئرز، قانون دان، محقق یہ قوموں کی رگ جاں کا خون ہوتے ہیں۔ جس قوم میں جتنے لوگ پڑھے لکھے ہوں گے، جتنے لوگ اہل دانش ہوں گے، جتنے لوگ ٹیکنیکل کام جانتے ہوں گے، جتنے لوگ زندگی کے انداز اور اسلوب سمجھنے والے ہوں گے۔ اتنی ہی وہ قوم طاقت ور، مضبوط اور سربلند ہو گی۔ آج جتنے اہل دانش مسلمانوں کے پاس ہیں دوسری کسی قوم کے پاس نہیں۔ یعنی آج اس موجودہ دور میں جب ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے اور ٹیکنالوجی پوری دنیا پر رول (حکومت) کر رہی ہے۔ آج کوئی شعبہ بھی لے لیں سائنس ہو، ٹیکنالوجی ہو، میڈیکل سائنس ہو یا انجینئرنگ ہو، روئے زمین پر ہر شعبہ حیات میں چوٹی کے لوگ جو ہیں وہ سارے مسلمان ہیں لیکن اہل دانش کا ہونا ایک اور بات ہے اس کے پیچھے ایک جذبہ بھی ہوتا ہے مثلاً" آپ کسی بچے سے پوچھیں کیا بننا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا "جی میں انجینئر بنوں گا، قوم کی خدمت کروں گا۔" ٹھیک ہے اس نے بات اچھی کی آپ خوش بھی ہوں گے لیکن کاش آپ اس کے اندر جھانک سکیں۔ اس کے پیچھے ایک خواہش بھی ہو گی وہ خواہش ہماری یہ ہوتی ہے کہ ہم انجینئر اس لئے نہیں بنتے کہ میری ٹیکنالوجی میری قوم کو کوئی بڑا ایوارڈ دے گی، نہیں۔ اس لئے کہ میرے پاس یہ کمال ہو گا تو میں دوسروں سے زیادہ دولت مند بن جاؤں گا۔ جو علم اس جذبے کے ساتھ ہو وہ قوم کو حیات نہیں بخشتا بلکہ یہ قوم کے وجود پر پھوڑے پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ خون ہے جو خراب ہو جاتا ہے، جو میلا ہو جاتا ہے اور جب خون خراب ہوتا ہے تو سارا

جسم پھوڑے پھنسیوں سے بھر جاتا ہے۔ ایک ہی علم کا حاصل کرنا اور ایک ہے وہ مقصد جو انتہائی پیچھے دل میں پنہاں ہوتا ہے۔ آج ہمارا سارا اہل دانش کا طبقہ روٹی کے چند نوالوں کے لئے یا چند سکوں کے لئے دوسری قوموں کے پاس رہن ہے' بکا ہوا ہے۔ اکثریت کے لئے تو ہم نے یہ زمین ہی تنگ کر دی ہے۔ وہ یہاں سے چھوڑ کر چلے ہی کہیں اور گئے' رہتے ہی کہیں اور ہیں اور وہ خدمت بھی انہی کی کرتے ہیں' کام بھی انہی کا کرتے ہیں۔ لیکن جو یہاں بھی ہیں۔ ایک صحافی سے لے کر شاعر تک' ادیب سے لے کر دانش ور تک بات اغیار ہی کی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہاں سے انہیں پیسے ملتے ہیں۔ یعنی ہر شخص محض اپنی ذات کے خول میں بند ہو گیا اور یہ اسلام نہیں ہے۔ خواہ بندہ کتنی نمازیں پڑھتا رہے اس نے اسلام کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھا۔ نماز اس کے لئے ایک ورزش ہے جسمانی اسلام کا بنیادی مفہوم ہی یہ ہے۔

اخرجت للناس۔ یہ قوم اولاد آدم کی فلاح اور بہتری کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اولاد آدم میں روئے زمین کے انسان آتے ہیں۔ خواہ وہ کافر ہیں' بے دین ہیں' بدکار ہیں' چور ہیں' ظالم ہیں' ڈاکو ہیں تو انہیں ڈاکے سے روکنا' انہیں ظلم سے روکنا' انہیں نیکی اور بھلائی کی طرف لانا' انہیں گناہ کی دلدل سے' ظلم اور جور کی دلدل سے' کفر و شرک کی دلدل سے نکال کر اللہ کے حضور کھڑا کرنا۔ یہ تو اسلام کی بنیاد ہے۔ چہ جائیکہ ہم انسانیت کی فکر کریں ہم تو اپنی ذات کو چھوڑ کر اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی نگلنے پر تیار ہیں تو یہ کون سا اسلام ہے؟ یعنی ہمارا اسلام خلاف اسلام چلا گیا جس طرح جب موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہودیت دین حق تھا۔ لیکن دین موسوی کو یہودیوں نے اتنا بگاڑا کہ وہ خود یہودیت کے خلاف ایک دین بن گیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو عیسائیت دین حق تھا لیکن عیسائیوں نے اس میں اتنی تحریف کی کہ خود تعلیمات عیسوی کے خلاف آج وہی دین ڈٹا ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں خدا ایک ہے۔ یہ مذہب کہتا ہے تین ہیں جس چیز کو وہ حلال کہتے ہیں آج کا عیسائی مذہب اسے حرام کہتا ہے۔ جس کو انہوں نے حرام قرار دیا آج کا عیسائی مذہب اسے حلال قرار دیتا ہے۔ یعنی خود عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے خلاف عیسائیت لڑ رہی ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ کتابیں جو تھیں وہ ضائع ہو گئیں' تلف ہو گئیں اور ہمارے پاس جو کتاب ہے اس کی حفاظت کا ذمہ رب العالمین نے لے لیا ہے۔ یہ میری اور آپ کی ہمت سے زندہ نہیں ہے۔ یہ اللہ کی حفاظت سے درست موجود ہے۔ صرف ایک فرق ہے کہ یہ کتاب ہر طالب حق کو حق بتانے کے لئے موجود ہے اور اس کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکا اور نہ بگاڑ سکے گا آج عملی زندگی میں اگر کوئی اللہ کے دین کے مخالف کام کر رہا ہے تو وہ مسلمان کر رہا ہے۔

آپ اسی وطن عزیز کو لے لیجئے۔ آپ' میں' ہم سب امریکہ کو گالیاں دیتے ہیں وہ یہاں اسلام نافذ نہیں ہونے دیتا۔ اہل مغرب کو ہم بددعائیں دیتے ہیں کہ وہ یہاں اسلام نافذ نہیں ہونے دیتا۔ پیپلز پارٹی پہ ہم غصہ نکالتے ہیں کہ یہ اسلام کے خلاف جماعت ہے۔ مسلم لیگ کی حکومت رہی ہم اس پر فتوے لگاتے رہے کہ یہ بے ایمان ہے یہ اسلام نافذ نہیں کرتی۔ کیا پیپلز پارٹی' مسلم لیگ اور امریکہ نے اسلام کو روک رکھا ہے یا میں نے اور آپ نے؟ میں اور آپ اگر اسلام چاہیں تو پیپلز پارٹی فرشتوں سے ووٹ لے کر آتی ہے؟ میں اور آپ ووٹ نہیں دیتے؟ مسلم لیگ کی حکومت بنتی ہے تو کون بناتا ہے؟ میں اور آپ نہیں بناتے؟ اگر ہمیں اسلام چاہئے تو ہم کیوں نہیں کہتے کہ ہم اس پارٹی' اس جماعت' اس طاقت کو ووٹ دیں گے جو پہلے خود اپنے اوپر اسلام نافذ کرے' سامنے آئے اور پھر ہمیں بھی اسلام سے آشنا کرے۔ کوئی ہے جو ایسا کہے؟ تو پھر اسلام امریکہ نے نہیں روکا ہوا۔ یہ نفاذ اسلام میں مغربی طاقتیں کچھ نہیں کر سکتیں۔ اسے ہم نے روکا ہوا ہے۔ ہم حج کر لیتے ہیں'

نمازیں پڑھتے ہیں' وظیفے پڑھتے ہیں' تبلیغ کرتے ہیں' چلے لگاتے ہیں لیکن جب عملاً" اسلام کی بات آئے تو اپنا لوٹا لے کر ہر کوئی الگ ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ میرے پیشے پہ بھی حرف نہ آئے' میرے آرام میں بھی خلل نہ آئے' مجھے معتبری بھی نصیب رہے باقی کچھ ہوتا ہے تو ہو نہیں ہوتا تو نہ ہو۔ اور قران حکیم کی اس آیت نے اسی بات کی طرف نشان دہی کی ہے۔

کہ تمہارے دولت مند ہو جانے سے یا بہت بڑا صاحب اولاد ہو جانے سے کہ تمہارے بہت سے بیٹے ہوں اور وہ تمہارے لئے قوت بازو ہوں' بڑے مشہور ہوں اللہ کو کوئی غرض نہیں۔

وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عند نا زلفی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میں کسی کے بیٹے اور ان کی جوانیاں دیکھ کر' ان کی قوت بازو دیکھ کر یا اس کے گھر دولت کے انبار دیکھ کر اس پر فریفتہ نہیں ہو جاتا۔ اس سے تمہیں میرا قرب نصیب نہیں ہو گا۔

الا من امن۔ میرا مقرب وہ ہے جو سب سے پہلے ان حقائق کو قبول کرے جو میرا نبی علیہ السلام لایا تھا اور ماننے کے بعد **وعمل صالحا۔** پھر خلوص نیت سے ان پر عمل کرے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مہمان آ گیا۔ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا اور یہ اکثر ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیئس سالہ حیات نبوت کا جو ریکارڈ ہے اس میں یہ ہے کہ کسی ایک دن بھی دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں اتنا کھانا تھا ہی نہیں۔ یعنی کوئی ایک دن ایسا نہیں کہ دونوں وقت کا کھانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ہو اور دو دو مہینے گزر جاتے تھے لیکن آگ جلانے کی نوبت نہیں آتی تھی اس لئے کہ آگ پر پکانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ دودھ اور کھجوروں پہ بسر ہو جاتی تھی تو جس دن وہ مہمان آیا کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ایک بندے کا کھانا بھی نہیں تھا۔ سارے گھر کو فاقہ تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی کے لئے کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ کچھ نہیں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیتے کہ بھئی ایک مہمان بھی ہے۔ ایک صحابی نے لبیک کہہ دیا۔ اب جو بندہ مہمان کو ساتھ لے کر گھر گیا۔ اس کے دو بچے ایک بیوی اور وہ خود تھا۔ گھر پہ جا کے پتہ چلا کہ گھر میں ایک روٹی ہے۔ یہ تنگ دستی کا زمانہ تھا مدینہ منورہ میں۔ اس نے بیوی سے کہا مہمان کو ساتھ لایا ہوں اب ایک روٹی کیسے بچے بھی کھائیں تم بھی کھاؤ میں بھی اور مہمان بھی؟ یوں کرتے ہیں۔

میں مہمان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگاتا ہوں۔ اندھیرا ویسے ہی ہے چراغ گھر میں نہیں ہے۔ تو تم کھانا بھجوا دینا میں اور وہ دونوں بیٹھیں گے تو میں خالی ہاتھ چلاتا رہوں گا اور وہ کھانا کھا لے گا۔ اس کا پیٹ بھر جائے گا۔ اس پر وہ آیہ کریمہ اتری تھی۔

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصتہ ۔ خود محتاج بھی ہوں تو بھی ایثار کرتے ہیں اور دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔

کہاں وہ اسلام کہ بندہ خود بھوکا رہ کر اپنی غذا دوسرے انسان کو دے۔ اس کی بھوک مٹانے کے لئے دے دے۔ اور کہاں آج کا اسلام کہ ہر بندے کا نوالہ چھین کر ہم خود کھانے پہ تیار ہیں۔ یہ جو نفسا نفسی ہے اس نے ہمیں اسلام کے مقابلے میں کھڑا کر دیا ہے اور آج اگر اسلام نافذ نہیں ہو رہا تو آج کا مولوی' آج کا پیر' آج کا مرید' آج کا استاد' آج کا شاعر' آج کا مسلمان ادیب اور آج کا عام مسلمان' میں اور آپ اسلام کو روکنے کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ آج اگر ہماری سوچ بدل جائے اور آج اگر ہم اس بات پہ آ جائیں کہ اللہ کا احسان ہے جو وقت گزر رہا ہے اس میں میں اللہ کی رضا کے لئے کسی دوسرے کی بہتری کر جاؤں' کسی

دوسرے کے لئے بھلائی سوچ سکوں' کسی دوسرے کی تکلیف کم کرنے کے لئے کچھ کر سکوں تو ہم وہ لوگ ہوں جو اندھیروں کا جگر چیر کر روشنیاں نکال لائیں لیکن اگر ہمیں یہ نعمت نصیب نہ ہوئی اور ہماری خود غرضی کا یہی عالم رہا تو خود غرضوں کو نفاذ اسلام کی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ اسلام انسانیت کا دین ہے' اللہ کا دین ہے۔ اللہ کی ساری مخلوق کی بہتری چاہنے کا نام اسلام ہے۔ ہم درخت لگاتے ہیں' ہم فصل بوتے ہیں' ہم سبزیاں لگاتے ہیں کیا اس لئے کہ بڑی بڑی بیلیں بن جائیں؟ اس لئے کہ بڑے لہلہاتے کھیت بھر جائیں مگر ان پر دانہ نہ لگے؟ بڑے بڑے درخت بن جائیں اور ان پر پھل نہ لگے؟ کھیت سرسبز بیلوں سے بھر جائیں اور ان پر کوئی پھل پھول نہ لگے؟ اس لئے کون محنت کرتا ہے؟ یہ ساری محنت کی جاتی ہے اس پھل کے لئے جو اس درخت پہ لگتا ہے ورنہ لوگ درختوں کو کاٹ کر چولہے میں جلاتے ہیں۔ اگر فصل پر پھل نہ آئے تو پھر وہ فصل جانوروں کا چارہ بنتی ہے۔ انسانی کام کی نہیں رہتی۔ کون پالتا ہے اسے؟ ایسے اسلام کو آپ کس لئے پال رہے ہیں جس پر کوئی پھل نہیں لگتا؟ جو کسی دوسرے کا دکھ نہیں بانٹتا؟ جو کسی دوسرے کی تکلیف نہیں سہتا؟ جو کسی دوسرے کے لئے بھلائی نہیں چاہتا؟ جس درخت کے سائے میں کوئی ستا نہیں سکتا' جس درخت پر کسی کے لئے پھل نہیں لگتا۔ اس درخت کے ہونے یا نہ ہونے کا کیا فائدہ ہے؟ سوائے اس کے کہ وہ ایندھن بنے۔

آج بحیثیت قوم ہم سارے ایندھن بنے ہوئے ہیں سوائے اللہ کے ان بندوں کے جنہیں اللہ نے یہ شعور دے دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمتہ اللعالمین ہیں۔ سارے جہانوں کے لئے اللہ کی رحمت ہیں اور ہر مسلمان اپنے نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہے۔ ہر مسلمان کا یہ کام ہے کہ اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت آگے پہنچائے۔ اللہ کریم اگر ہمیں یہ شعور دے دیں اور ہمیں یہ فکر دے دیں کہ ہم یہ شعور حاصل کریں اور اپنے کردار کو اس کے مطابق بدلنے کی کوشش کریں تو نفاذ اسلام کی راہ نہ امریکہ روک سکتا ہے اور نہ دنیا کی اور کوئی طاقت۔ لیکن یاد رکھیں!

چوروں سے انصاف نہیں ہوتا' ڈاکو عدالت قائم نہیں کیا کرتے' لٹیرے قیام امن کے سربراہ کبھی نہیں بنا کرتے۔ ہم خود اس مقصد سے ہٹے ہوئے ہیں تو ہمارے ہاتھوں وہ مقصد پورا کیسے ہو گا؟ اللہ کرے ہمیں یہ شعور نصیب ہو' توبہ کی توفیق نصیب ہو' اللہ کریم ہماری کوتاہیوں اور گذشتہ غلطیوں کو درگزر فرما کر مسلمانوں کو یہ توفیق عطا کریں کہ ہم میں اجتماعی سوچ پیدا ہو' اجتماعی فکر پیدا ہو۔ ہم خود کو امت مسلمہ کے وجود کا ایک ذرہ سمجھیں۔ اپنی الگ حیثیت متعین نہ کریں اور پوری انسانیت کے ساتھ خود کو مربوط کریں۔ انسانوں کے دکھ محسوس کریں۔ کافر کا بھی بھلا چاہیں گے تب ہمیں اسلام نصیب ہو گا۔ یعنی اسلام نے لڑائی ختم کر دی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبعوث ہو کر جنگ ختم کر دی۔

There is no war in islam.

اسلام میں جنگ نہیں ہے۔ اسلام میں جہاد ہے اور جہاد دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے نہیں بلکہ جہاد ظالم کو ظلم سے روکنے کی کوشش کا نام ہے اور اس میں اس کی بھی بہتری ہے۔ اس کی بھی بھلائی مدنظر رکھی گئی ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سو ہزار کافر کو بحالت کفر قتل کرنے سے اللہ کو یہ پسند ہے کہ ایک کافر کو مسلمان کر لیا جائے' اسے دوزخ سے بچا لیا جائے۔ اللہ کو اپنی مخلوق اس سے زیادہ عزیز ہے جتنا کسی ماں کو بیٹا پیارا ہوتا ہے۔ اس کے ایک بندے کو آپ دوزخ سے بچانے کا سبب بن جائیں۔ اس کے ایک بندے کو راہ راست پر لانے کا سبب بن جائیں تو اسے ہزاروں کو بحالت کفر قتل کرنے سے یہ زیادہ پسند ہے۔ میرے بھائی! ہمیں اپنی فکر کی اصلاح کرنی ہو گی۔ طالب علم کو حصول علم محض دولت کے انبار لگانے کے لئے نہیں بلکہ قومی امور میں کام آنے کے لئے

علم حاصل کرنا ہو گا۔ دانش ور کو اپنی دانش حصول زر کے لئے نہیں' اصلاح احوال کے لئے استعمال کرنا ہو گی۔ شاعر کو اپنے شعر شہرت کے لئے یا حصول زر کے لئے نہیں' اصلاح احوال کے لئے کہنے ہوں گے۔ ہر شعبہ زندگی کے مسلمان کو سلامتی کا قاصد بننا ہو گا۔ انسانیت کی سلامتی کی ضمانت دینا ہو گی۔ انسانیت کی سلامتی کی فکر ہم کریں گے۔ تب جا کر ہمیں خود سلامتی نصیب ہو گی۔

ذکرِ الٰہی پست آواز میں مستحب ہے

___ حدیث ابوموسیٰ اشعری ﷺ : حضرت ابوموسیٰ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر پر حملہ کیا ___ یا آپ نے کہا تھا کہ جب نبی کریم خیبر کی طرف روانہ ہوئے ___ تو لوگ بلندی سے ایک وادی کو دیکھ کر بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اَللّٰہُ اَکْبَرُ! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے اوپر نرمی کرو اور اس طرح نہ چیخو! تم کسی بہرے یا غیر حاضر کو نہیں پکار رہے۔ تم اس کو پکار رہے ہو جو ہر وقت سنتا ہے۔ تم سے قریب ہے بلکہ وہ تو تمھارے ساتھ ہے (حضرت ابوموسیٰ رضؓ کہتے ہیں): میں اس وقت نبی کریم ﷺ کی سواری کے پیچھے تھا، آپ نے مجھے کہتے سنا: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (نہ قوت ہے اور نہ طاقت مگر اللہ کے حکم سے) تو آپ نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ بن قیسؓ! میں نے عرض کیا: لبیک! یا رسول اللہ! (یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں) فرمایا: کیا میں تم کو ایک ایسا کلمہ نہ بتاؤں جو جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور بتائیے۔ فرمایا: (وہ کلمہ ہے) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۴ المغازی: باب ۳۸ غزوۃ خیبر

ذکرِ الٰہی، دعا اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرنے کی فضیلت

___ حدیث ابوہریرہ ﷺ : حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے لیے ویسا ہی ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان رکھتا ہے۔ اور جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے (مجھے یاد کرتا ہے) اس وقت میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔ اور بندہ اگر میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی جانب دوڑتا ہوا آتا ہوں۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۹۷ التوحید: باب ۱۵ قول اللہ تعالیٰ (ویحذرکم اللہ نفسہ)

قرآن حکیم کی کوئی بھی ایسی سورت سوائے سورۃ فاتحہ کے غالباً" کوئی بھی ایسی سورۃ نہیں ملے گی جس کی ساری آیتیں ایک ہی بار اتری ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کے نزول کا اپنا ایک انداز ہے ہر ہدایت کے نزول کا کوئی نہ کوئی واقعہ سبب بنتا ہے کوئی سوال ہوتا ہے کوئی واقعہ سامنے پیش آ جاتا ہے کوئی مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو اس میں اللہ کریم کی طرف سے رہنمائی فرمائی جاتی ہے۔ تو آیت نازل ہو جاتی ہے بے شمار حکمتوں کے ساتھ ایک حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ آج تک وہ وجہ نزول جو ہے وہ ان آیات کی حفاظت کا سبب بھی بنا ہوا ہے کہ فلاں حادثہ ہوا تھا یا فلاں سوال پیدا ہوا تھا تو کیا الفاظ نازل ہوئے تھے وہ اس کی یاداشت کا سبب بن گئے حفاظت کا سبب بن گئے۔

اور سب سے بڑا کمال جو اس میں ہے بے شمار حکمتیں ہوں گی لیکن ایک بہت بڑی عجیب بات اس میں یہ ہے کہ ہر متکلم کے کلام میں ہر بولنے والے بات کرنے والے کی بات میں ایک اثر ہوتا ہے اور وہ اثر سامع کو سننے والے کو متاثر کرتا ہے یہی حالت آپ مقررین میں دیکھتے ہیں ایک مقرر تقریر کے لئے دس منٹ لیتا ہے تو ہم ہوٹ کرتے ہیں کہ یہ جان چھوڑے بس بھی کرے اور دوسرا ایک گھنٹہ کر چکا ہوتا ہے تو ہم اصرار کرتے ہیں کہ نہیں آپ بات کرتے رہیں خواہ وہ بات بھی اسی موضع پر کر رہا ہو تو ہم اس سے کیوں تھک جاتے ہیں شاید اس کی بات کا جو اثر ہم پر مرتب ہو رہا ہے وہ مزے دار نہیں اور دوسرے کی بات کا کوئی پرلطف اثر مرتب ہو رہا ہے۔

اسی طرح اللہ جل شانہ جب کلام فرماتے ہیں تو اس کا ایک اپنا اثر ہوتا ہے اور رب جلیل نے یہ چاہا کہ جب تک دنیا میں عالم ظاہر میں اس مادی دنیا میں میرا حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جلوہ افروز ہے تب تک اس کی خدمت میں پہنچنے والے لوگ میری ہم کلامی سے بھی

تبلیغِ دین

مولانا محمد اکرم اعوان

لطف اندوز ہوتے رہیں یہ کوئی معمولی بات تو نہیں تھی نا کہ روزانہ کچھ نہ کچھ بات اللہ کریم سے کسی نہ کسی کی ہو جائے روزانہ کسی نہ کسی بہانے کسی نہ کسی وجہ سے کسی نہ کسی شخص کی کسی نہ کسی فرد کی بات ہو جائے یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک خادمہ تھیں ام ایمن بوڑھی ہو گئی تھیں اور کبھی کبھی نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کی مزاج پرسی کے لئے ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (یاد رہے سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا تھا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو انہوں نے فرمایا نہیں خلیفہ رسول تو ابوبکر تھے ہم تو ان کے بعد میں آنے والے ہیں یہ مقام تو اسی اکیلے آدمی کا ہے اس لئے پھر یہ لفظ ایجاد ہوا امیرالمومنین ورنہ اس سے پہلے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کہا جاتا تھا عہد صدیقی میں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کہا جاتا تھا جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت آئی تو انہوں نے کہا خلیفہ رسولؐ نہیں امیرالمومنین کہا جائے چونکہ خلیفہ رسول تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ہم تو ان کی جوتیوں کی خاک ہیں بھئی۔) تو وہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر ام ایمن کی زیارت کو گئے تو وہ بڑا روئیں اتنا روئیں کہ ان دونوں ہستیوں کو بھی رلا دیا واقعہ بخاری شریف میں بھی موجود ہے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی حضرت آپ اتنا کیوں روتی ہیں آخر اتنے دور تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں چلے گئے ہم سے۔ یہ نظام ہے کائنات کا دنیا سے برزخ میں برزخ سے آخرت میں ہم بھی آپ ہی کے نقش قدم پر رواں ہیں کل وہاں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ تو پھر ساری عمر ہمیشہ اکٹھے ہی رہنا ہے یہ کہنے لگی ہاں ٹھیک کہتے ہیں آپ۔ میں اس بات پر نہیں رو رہی مجھے رونا اس بات پہ آتا ہے کہ جب آپ یہاں تشریف رکھتے تھے تو روزانہ کسی نہ کسی بہانے اللہ سے باتیں ہوتی تھیں دکھ تو اس بات کا ہے کہ وحی منقطع ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تو دنیا سے پردہ فرما گئے تشریف فرما ہیں برزخ میں دنیا میں فاصلہ ہی کتنا ہے یہ بات نہیں ہے ظاہر کی آنکھ سے تو پنہاں ہیں دل سے دور نہیں ہیں۔ یہ ساری باتیں درست لیکن اب وہ بات کوئی بھی کرتا تھا کلام الٰہی کسی بہانے بھی نازل ہوتا تھا۔ تو جہاں جہاں دل اس لذت اندوز ہونے کی اہلیت رکھتے تھے وہاں وہاں تک ہر دل کو لذت پہنچتی تھی۔ بارش کسی بہانے بھی ہوتی ہے تو جہاں جہاں کوئی چیز جاذب ہوتی ہے وہ اسے جذب کرتی ہے ہواؤں سے پتے نمی چوس لیتے ہیں جہاں بارش نہیں پہنچتی وہاں ہوائیں پہنچتی ہیں تو اس میں سے جن چیزوں کو جذب کی استعداد ہوتی ہے وہ بارش کی ہواؤں سے نمی کو لے لیتی ہیں تو اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب اللہ کا کلام نازل ہوتا تھا تو جو لذتیں جو برکتیں جو تجلیات جو انوارات اس کے ساتھ نازل ہوتے تھے وہ جہاں جہاں کوئی دل تھا وہیں وہیں وہ اس سے۔ تو وہ فرمانے لگیں کہ روتی اس لئے ہوں کہ بھلا کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا جب اللہ سے باتیں نہیں ہوتی تھیں اور وہ وحی الٰہی جو ہے وہ ختم ہو گئی۔ اب کبھی نہیں ہوں گی۔

تو نزول قرآن کی اس ترتیب میں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ صحابہ کے ساتھ ان کے . ں میں اپنی تجلیات کو بسانا ان کو اپنے ساتھ محو گفتگو رکھنا ان کو درجات اور ترقیات دینا یہ بھی رب کو محبوب تھا پھر روز ان سے باتیں کرتا تھا تئیس برس اعلان نبوت سے وصال تک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں جواب دیتے تھے اللہ کریم فرماتے ٹھہر جا میرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ان سے بات کرتا ہوں میں فرماتا ہوں اس کا مجھ سے کیا سوال ہے میں بتاتا ہوں اس مسئلے کا کیا جواب ہے عورتوں کے متعلق احکام پوچھے میں بتاتا ہوں کیا بات ہے چاند کے طلوع و غروب کا پوچھتے ہیں میں بتاتا ہوں بات کیا ہے۔

یعنی ایک تو تھے نا وہ جو معترضین تھے جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا امتحان لینے آ جاتے تھے جو تلاش حق میں جو اپنے چھوٹی سی بات اپنے طور پر طے نہیں کرتے تھے کہتے تھے **اللہ و رسولہ اعلم** خدا جانے اس کا رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جانے ہم تو اپنا آپ دے چکے ہمارا وجود ہمارا نہیں ہے ہمارا مال ہمارا نہیں ہے ہماری جان ہماری نہیں ہے اس لئے اس پر فیصلہ بھی ہمارا نہیں ہو گا۔ جب دے ہی دیئے ہیں تو جو حکم ہو گا اس کے مطابق کریں گے تو اس طرح سے ان میں

مسلسل آیات نازل ہوتی رہیں۔
پھر ترتیب دیا قرآن حکیم کو خود رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سورتوں کی ترتیب بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہے پاروں کی رکوعات کی اور آیات کی ترتیب یہ ساری الم یا سورۃ فاتحہ سے لے کر والناس تک یہ ساری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دی ہوئی ترتیب ہے نقطہ اپنی جگہ پر خود حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سجایا۔ پھر یہ جو عہد عثمانی میں یکجا کیا گیا یہ کیا تھا یہ آیات کی تقدیم و تاخیر نہیں تھی وہ صرف وہ چیزیں تھیں مثلاً" مکہ مکرمہ میں کچھ آیات نازل ہوئیں وہیں لکھ لی گئیں اب اور کچھ نازل نہیں ہوا وہ ایک ٹکڑا کسی آدمی کے پاس ہے اس نے بطور تبرک رکھ لیا پھر کچھ دوران ہجرت نازل ہو گئیں کچھ ہجرت کے بعد نازل ہوئیں تو اس طرح متعدد متفرق ٹکڑے متفرق لوگوں کے پاس تھے جو انہوں نے بطور تبرک رکھے ہوئے تھے دوسرے لہجے میں تھوڑا فرق تھا جس طرح بات ایک ہی ہوتی ہے آپ اردو ہی کو لے لیجئے اس کے لہجے میں تلفظ میں ادائیگی میں فرق ہو پنجابی کو لے لیجئے ہر پانچ دس میل کے بعد تلفظ میں ادائیگی میں فرق آتا چلا جائے گا۔ آپ انگریزی کو لے لیجئے تو آپ دیکھیں گے کہ مقامی طور پر ہر دس میل کے بعد تھوڑا تھوڑا لب و لہجہ بدلتا جائے گا۔ اسی طرح عربی میں بھی۔
تو جس جس علاقے کے رہنے والے لوگ تھے انہوں نے اپنے اپنے لب و لہجے اور انداز میں اس کو پڑھنا اختیار کیا ہوا تھا تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ ساری چیزیں لے کر ان سے روک دیا فرمایا نہیں صرف ایک قرات باقی رہے گی اور ایک ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مرتب فرما دی وہی ایک باقی رہے گی اور صرف ایک انداز سے پڑھا جائے گا۔ باقی عرب کے لہجوں کی پرواہ نہیں کی جائے گی کیونکہ صرف عرب میں نہیں اسے اللہ نے روئے زمین پر پھیلا دیا ہے تو اس طرح سے تو اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ آپ ایک کو ایک انداز میں پڑھائیں گے دوسرا دوسرے ملک میں دوسرے انداز میں پڑھائے گا تیسرے ملک میں تیسرا تیسرے لہجے میں پڑھائے گا بھئی نہیں چلے گا۔ تو اس دور میں ترتیب نہیں دی گئی بلکہ وہ مختلف ایک تو تبرکات سمجھ کر مختلف ٹکڑے مختلف لوگوں نے محفوظ کر لئے حالانکہ وہ ٹکڑے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آگے یا پیچھے یا درمیان میں کسی جگہ سمو دیے تھے بعض آیات ایسی تھیں جو اٹھا لی گئی تھیں منسوخ ہو گئی تھیں ان کی جگہ دوسری نازل ہو گئی تھیں لیکن مکے کی زندگی کا لکھا ہوا ایک ٹکڑا تھا وہ اسے تبرک سمجھ کر اٹھائے پھرتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم تو سمجھتے ہو کہ تبرک ہے لیکن بعد میں آنے والا یہی سمجھے گا کہ یہی حق ہے وہ دوسرا ٹھیک نہیں ہے۔ تو یہ تھی وہ بات جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں وقوع پذیر ہوئی ورنہ اس کی ترتیب و تدوین خود نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کی اللہ کی وحی کے مطابق کی۔ اللہ کی منشاء کے مطابق کی اور یاد رکھیں اگر اس کی ترتیب ہی بدل جائے ارشاد باری کے مطابق نہ ہو تو اس کے سارے مضامین ہی غلط ہو جائیں۔
آپ کسی کی کتاب کی ترتیب بدل دیں اس کے صفحوں کی ترتیب بدل دیں آپ اس کے دو جملے بدل دیں اگلا پیچھے پچھلا آگے کر دیں تو کہنے والے کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ آیت کریمہ جو میں نے پہلے تلاوت کی ہے۔

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسلتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لایھدی القوم الکفرین۔ یہ ان آیات میں سے ہے جو مدینہ منورہ کی ابتدائی زندگی میں ابتدائی عہد میں نازل ہوئیں۔ مکہ مکرمہ میں لوگ کہتے تھے کہ مکے والوں میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مدینے منورہ میں آ کر مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی ریاست بن گئی

ایک الگ حکومت وجود میں آگئی تو مدینہ منورہ میں آکر حکمرانوں کو فکر ہوئی کہ ایک اسلام کے نام پر نئی حکومت وجود میں آگئی ہے۔ یعنی مکہ مکرمہ میں جب بات ہوتی تھی تو مکے کے ساتھ ساتھ سرداروں تک بات رہتی تھی قبیلوں کے روساء تک بات رہتی تھی مذہبی جو تھے سربراہ یا مذہبی پیشوا ان تک بات رہتی تھی کہ ہمارے مذہب کو چیلنج کیا جا رہا ہے یا ہمارے بتوں کو چیلنج کیا جا رہا ہے یا یہود نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہمارے مذہب پر تنقید کی جا رہی ہے۔

لیکن مدینہ منورہ میں آکر یکسر صورت حال بدل گئی کہ ایک سلطنت وجود میں آگئی۔ اب ایک ریاست کی بات اور کسی ملک کے ایک شہری کی بات میں تو بڑا فرق ہوتا ہے۔ جب ریاست کی بات ہوئی تو پھر دنیا بھر کی کافر طاقتوں نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہ کیا بات ہے اسی لئے تو قیصر اور کسریٰ کو بھی فکر ہوئی تبوک کا واقعہ ظہور پذیر ہوا اور قیصر کی فوجیں جو ہیں تبوک کی طرف بڑھیں کہ یہ جو نوزائیدہ سلطنت ہے کل تک کہیں یہ ہمیں بھی چیلنج کرے گی اس سے پیشتر کہ یہ اتنی بڑھے کہ ہمیں ہمارے گھر سے نکال دے ہم اسے اس کے گھر میں ختم کر دیں۔ اسی طرح کسریٰ ایران کو بھی یہ فکر لاحق ہوئی تو جب مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آئے تو یہود کی اپنی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں ریاستیں تھیں حکمرانیاں تھیں قلعوں کی صورت میں کوئی پانچ قلعوں پہ حکمران تھا کوئی دس قلعوں پہ حکمران تھا ایک سے ایک چھوٹے سے علاقے پہ کسی کی حکومت تھی تو بحیثیت حکمران سب کو فکر ہوئی کہ یہ کیا بات ہوئی یہ تو حکومت بن گئی مقابلے میں یہ تو ایک ایک کر کے ہم سب کو نگل جائے گی۔

تو اس وقت صورت حال یہ ہو گئی کہ پہلے مکہ مکرمہ میں تو مخالفت ہوتی تھی مکہ والوں کی اب آپ جب بات کرتے ہیں اسلام کی تو چھری چل جاتی ہے مشرکین کے دل سے لے کر قیصر و کسریٰ کے دلوں تک وہ اس دور کی سپر پاورز تھیں جس طرح امریکہ سپر پاور ہے۔ آج کی سپر پاور اس قدر طاقتور نہیں جس قدر اس دور کی سپر پاورز تھیں۔ اس لئے کہ وہ دور افرادی قوت کا تھا اس وقت نری طاقت جو تھی وہ لوگوں کے جمع کر لینے پہ تھی دست بدست لڑائی کا دستور تھا اور ان کے پاس اربوں کروڑوں لاکھوں آدمی تھے ڈھائی ڈھائی لاکھ تین تین لاکھ فوج ان کے ایک ایک گورنر کے پاس ہوتی تھی ان کی فوجیں جو تھیں وہ ڈھائی ڈھائی تین تین چار چار لاکھ ڈیڑھ لاکھ دو لاکھ ایک ایک افسر کے ماتحت ہوتی تھیں۔

آج کی جو سپر پاورز ہیں آج تو ایٹمی دور ہے آج تو کوئی چھوٹا سا ملک بھی ایٹم بم لے کر کھڑا ہو جائے کسی بڑی سے بڑی سپر پاورز کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دے گا۔ آج تو ایٹمی دور ہے آج تو ایٹمی دور ہے آج کی سپر پاورز کا تصور مختلف ہے اس دور کی جو سپر پاورز تھیں ان کے سامنے کھڑا ہونا یا ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا یہ بڑی عجیب سی بات تھی کہ ایک حکم پر جو شخص لاکھوں آدمی میدان میں لے آئے پانچ دس آدمی یا دو ہزار چار ہزار دس ہزار آدمی اس کے مقابلے میں کیسے بات کریں۔ اب یہ بات صرف وہاں تک نہیں تھی۔ اس سے ہندوستان کا ہندو پریشان تھا چین کا بدھ پریشان تھا وسط ایشاء کا وحشی پریشان تھا اس سے ایران کا کسریٰ پریشان تھا روما کی سلطنت پریشان تھی تو اب یہ فیصلہ کرنا مدینہ کے یہود پریشان تھے نصاریٰ پریشان تھے مکے کے مشرک پریشان تھے۔

اب یہ فیصلہ کرنا کہ کیا انداز گفتگو اختیار کیا جائے کس طرح کی بات کی جائے کہ کن کن سے مقابلے کا امکان ہو کس سے زیادہ ضروری ہے کہ اس سے پہلے بات کی جائے یا اس سے مقابلہ کیا جائے۔ کون نسبتاً قابل برداشت ہے اس سے درگزر کی جائے کس سے بیک وقت الجھا جائے سب سے باری باری سے بات کی جائے کیا کیا جائے اللہ کریم نے اس کا فیصلہ اپنے ذمے

لے لیا۔

فرمایا یہ فیصلہ کرنا یہ آپ کا کام نہیں ہے یہ میرا کام ہے آپ آیت کا شروع میں دیکھیں **یاایھاالرسول۔** اے وہ جو رسول ہے اللہ کا برحق جس کا منصب ہی یہ ہے کہ اللہ کا پیغام اللہ کی بات اللہ کے بندوں تک پہنچائے جس کا منصب ہی رسالت ہے آپ ایسا کیجئے جو بات میری طرف سے آئے وہ بندوں کو پہنچا دیجئے۔

بلغ ما انزل الیک من ربک۔ جو بھی میری طرف سے نازل ہو اس کا آپ اعلان فرما دیجئے کہ آپ سے کون خفا ہوتا ہے کون خوش ہوتا ہے کون بگڑتا ہے کون برداشت کرتا ہے آپ اس کی پرواہ نہ کریں یہ میرا کام ہے کہ میں دیکھوں کہ کس کو ناراض کرنا ہے یا کس کو راضی رکھنا ہے۔ رہ گیا یہ خطرہ تو یہ خطرہ تو موجود ہے ایک چھوٹی سی ریاست ایک گاؤں پہ جو ریاست مشتمل ہے جس میں تین ہزار گھروں کی آبادی ہے یہ ہے اسلام کی ریاست اور حکومت اور اس سے زیادہ تو اس کے گرد یہود بستے ہیں نصاریٰ بستے ہیں پھر اس سے پھیلتے جاؤ تو روئے زمین پر جہاں تک آبادیاں ہیں کفر ہی کفر ہے اور سارا کفر اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا۔ تو اس کا کیا ہو گا۔ فرمایا۔

واللہ یعصمک من الناس۔ یہ بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے آپ کا معجزہ ہے کہ کوئی انسان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ آپ کو انسانوں سے بچانا یہ بھی میں اپنے ذمے لیتا ہوں اور یہ بھی دلائل نبوت میں بہت بڑی دلیل ہے اسی لئے ہر لڑائی میں کفار یہ کوشش کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو شہید کر دیا جائے کہ قرآن کا کوئی دعویٰ تو ہم باطل کر دیں معاذ اللہ غلط کر دیں کہ قرآن نے کہا تھا اللہ آپ کو کافروں سے بچائے گا اور اللہ نے بچایا کہ نہیں۔ لیکن کبھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بال بھی بیکا نہ کر سکے زخمی ہو جانا یا دنیوی تکلیف کا آنا یہ تو اللہ کی عطا ہوتی ہے۔

بعض منازل قرب ایسے ہوتے ہیں کہ جو نصیب ہی اس راستے سے ہوتے ہیں یہ اس کی مرضی۔ لیکن کبھی کوئی انسان اس کے بعد حتی کہ اس آیت کے نزول کے بعد بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہرے کا نظام ختم کر دیا تھا اس سے پہلے ہمیشہ رات ہو یا دن آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہیں سفر ہو یا حضر دو چار آدمی ہمیشہ آپ کے ساتھ حفاظت کے طور پر گارڈ کے طور پر ہوتے تھے۔ تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے جسے حرس کہا جاتا تھا گارڈ کو حرس کہتے تھے آج بھی استوانتہ الحرس موجود ہے مسجد نبوی میں جہاں وہ گارڈ والے اگر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم گھر پہ تشریف فرما ہوتے تو وہ باری باری پہرہ دیا کرتے تھے تو آپ نے اس کے نزول کے بعد وہ ختم کر دیا کہ اب تمہاری ذمہ داری ختم ہوئی اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

جب آپ حجتہ الوداع پر تشریف لے گئے تو یاد رکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوری زندگی میں مدینہ منورہ سے چل کر ایک ہی حج کیا ہے اور وہی حج حجتہ الوداع بھی ہے اور اسی حج اور عرفہ کے دن جس دن حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عرفات میں تھے وہ جمعہ کا روز تھا اسی لئے اسے حج اکبر کہتے ہیں اور پھر جس دن جمعہ کے روز حج آجائے تو اسے حج اکبر کے طور پر منایا جاتا ہے چنانچہ اسے حج اکبر اسے اس لئے کہتے ہیں کہ جو حجتہ الوداع کو حضور صلی اللہ علیہ، آلہ وسلم نے حج ادا کیا تھا اس حج کے روز جمعہ بھی تھا جب آپ عرفات میں تھے تو حج کا خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حاضرین سے جن کی تعداد بعض حضرات نے ایک لاکھ بیس ہزار لکھی ہے بعض نے مختلف اگلے روز معارف القرآن دیکھ رہا تھا تو مفتی صاحب نے ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کی تعداد لکھی ہے حجتہ الوداع کے موقع پر ڈیڑھ لاکھ کے قریب کم و بیش

افراد وہاں موجود تھے جو مشرف صحابیت سے سرفراز تھے تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وہ مشہور خطبہ حجتہ الوداع فرمایا جسے منشور انسانیت کا نام دیا جا رہا ہے یعنی کم سے کم تھوڑے سے تھوڑے لفظوں میں انسانی حقوق اور انسانی فرائض کی فہرست اللہ اور بندے کے تعلقات بندے اور بندے کے تعلقات بندے اور اس کے والدین اور اولاد کے تعلقات دوست اور دشمن کے تعلقات رعیت اور حکمران کے تعلقات فرائض واجبات اتنی بڑی باتیں چند جملوں میں خوبصورت۔

جس طرح یہ آج کل بن گئی ہیں تا بتیس دانوں کی یہ چھوٹی چھوٹی تسبیحیں اسی طرح سے یہ ہیروں کی ایک تسبیح ہے جس میں انسانی زندگی کے حقائق سمو دیے ہیں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اور جسے واقعی منشور انسانیت کہا جانا چاہیے وہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد جو باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں۔

ایک فرمایا **الاھل بلغت**۔ لوگو ذرہ میری طرف متوجہ ہونا الا کا معنی ہوتا ہے ذرا توجہ کرنا بھئی ذرا غور سے سننا دیکھنا بھائی **ھل بلغت** کیا میں نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا آپ نے لوگوں سے گواہی لی کہ بھئی جو کچھ مجھ پر نازل ہوتا رہا وہ آپ تک باقاعدہ پہنچتا رہا انسانیت تک پہنچتا رہا کوئی اس میں اخفا کوئی اس میں کمزوری کوئی اس میں کمی کسر تو نہیں رہ گئی تو سب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا تو آپ نے فرمایا **اللھم اشھد**۔ خدایا گواہ رہنا۔ تین دفعہ آپ نے **اللھم اشھد**۔ خدایا گواہ رہیے یعنی وہ اس بات کا جواب عرض کیا جا رہا تھا کہ **یا ایھا الرسول** بلغ **ما انزل الیک من ربک**۔ جو تیری رب کی طرف سے نازل ہوتا ہے آپ اسے آگے پہنچایئے تو آپ نے جمعہ کے وقت خطبہ کے وقت حج کے عرفات کے میدان میں وہ ڈیڑھ لاکھ کفن پوش مقدس ترین انسان مقدس ترین جگہ پر مقدس ترین دن میں جمع تھے جو۔ ان سے اس پر شہادت لی کہ بتاؤ کہ کیا میں نے پہنچانے کا حق ادا کر دیا انہوں نے گواہی دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے حق ادا کر دیا فرمایا خدایا گواہ رہنا میں نے حق ادا کر دیا ہے۔

اب فرمایا دوسری بات اب تمہارے ذمے ہے کہ جو حاضر ہیں وہ ان تک پہنچائیں جو غیر حاضر ہیں یعنی جن لوگوں کو میری بات روبرو سننے کا شرف حال ہوا وہ ان تک پہنچائیں جنہوں نے روبرو نہیں سنی اس سے مراد یہ بھی ہے کہ جو وہاں موجود تھے وہ جب وہاں سے آئیں تو جو نہیں پہنچے ان تک پہنچائیں جو اس دور اور اس عہد میں موجود تھے یا وہاں قرب و جوار میں موجود تھے وہ روئے زمین تک پھیل جائیں اور جہاں تک پیغام نہیں پہنچا وہاں تک پہنچائیں جو اس زمانے میں موجود تھے وہ بعد میں آنے والوں تک وہ بات پہنچائیں اور یہ بات کا پہنچانا یعنی تبلیغ قیامت تک کے لئے ہر مسلمان پر بقدر ہمت فرض ہے سیکھنا اور سکھانا بات کو آگے پہنچانا دوسروں تک پہنچانا جہاں تک اور بات کر سکتے ہیں ہم جہاں تک اور تعلقات ہیں جہاں تک آواز جاتی ہے وہاں تک دین کو پہنچانا بھی اتنا ہی ضروری ہے تو فرمایا اب تم لوگوں کی باری ہے کہ اس کو آگے پہنچاؤ۔

اور یہ اس لئے کہ اسی میدان عرفات میں اسی دن یہ نازل ہو چکی تھی ایت کریمہ **الیوم اکملت لکم دینکم**۔ آج کے دن تمہارا دین مکمل ہو گیا۔ آج اس میں کوئی نیا حکم نازل نہیں ہوگا اور کوئی پرانا حکم منسوخ نہیں ہو گا۔ جو کچھ نازل ہونا تھا وہ ہو چکا اور یہ اتنی بڑی خبر تھی کہ جو آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سرور کائنات تک کسی امت کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی ہر امت ہر نبی کو آنے والے دین آنے والے نبی آنے والی کتاب کی خبر ملتی رہی۔ یہ صرف حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا شان تھا اور اس امت کا اعزاز کہ تکمیل دین کی خبر ملی اور ساتھ یہ بشارت سنائی

گئی **و اتممت علیکم نعمتی**۔ یہ دین معمولی بات نہیں ہے بلکہ بڑے سے بڑا انعام جو مخلوق لے سکتی ہے مجھ سے لے چکی کوئی بڑے سے بڑی بات جو مخلوق اللہ سے حاصل کر سکتی ہے وہ اس دین میں سمو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جب دین مکمل ہو چکا۔

تو لوگو! جو کچھ نازل ہوا میں نے پہنچا دیا تو لوگوں نے شہادت دی اور اللہ سے آپ نے شہادت دلوائی۔ بڑے لوگ خوش تھے کہ یہ بہت عزت کی بات ہے اور لوگ بھی اس وقت تلاش کیا کرتے تھے کہ مزاج شناس رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی نہیں تو انہوں نے ڈھونڈا کہ ابوبکر کو ڈھونڈو مبارک دیں انہیں دین کے تکمیل کی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تکمیل تبلیغ کی بشارت کی اللہ نے شہادت دی بندوں نے شہادت دی تو انہیں گوشے میں ایک کونے میں روتا ہوا پایا تو انہوں نے کہا یار صدیق عجیب بات ہے آج خوشی کا دن ہے ہمیں تو عید لگ رہی ہے تو آپ رو رہے ہیں فرمایا ہاں دین کی تکمیل پر اتمام نعمت پر تو میں کم خوش نہیں ہوں لیکن جب دین ہی مکمل ہو گیا اور بندوں تک پہنچانے کا کام بھی مکمل ہو گیا تو اس کا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا سے اٹھا لئے جائیں۔ میرا رونا اس بات پر ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فراق کی بو آتی ہے اور وہی ہوا اس حج کے اسی روز بعد حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دنیا میں تشریف فرما رہے صرف تین مہینے کم عرصہ اسی روز بعد۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ حکومتیں اسلام کے نام پر بنتی ہیں لیکن اسلامی ہوتی نہیں ہیں۔ ہم پیدا اسلام کے نام پر ہوتے ہیں ہمارے نام اسلامی ہوتے ہیں ہم مرتے اسلام کے نام پر ہیں لیکن ہم مسلمان ہوتے نہیں کردار کے اعتبار سے عقائد کے اعتبار سے عمل کے اعتبار سے ملک میں عجب عجب خنزیر پلتے ہیں اور اب تو جنگلوں میں بھی خنزیروں کی بہتات ہے جب آبادیوں میں سور بستے ہوں تو جنگلوں میں بھی سور ہی بس رہے ہوں گے۔ تو عجب عجب حرام خور اس ملک میں بستے ہیں جو مسلمانوں کے خون پر پل رہے ہیں اور خود مسلمان نہیں ہیں اسلام کے خلاف کام کرتے ہیں لیکن ڈٹ کر بیٹھے ہیں اسی ملک میں اسی کا کھاتے ہیں آرام سے رہتے ہیں سرکاری گاڑیاں استعمال کرتے ہیں سرکاری گھروں میں رہتے ہیں سرکاری فنڈز استعمال کرتے ہیں سرکاری عہدے استعمال کرتے ہیں اور جناب اسلام کے خلاف ساری عمر کام کرتے ہیں۔

تو یہ بھی مختصر تشریح اسی بات کی. **یایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک و ان لم تفعل فما بلغت رسلته**۔ اگر آپ نے دین کا حکم تھوڑا نہ پہنچایا تو اس کا مطلب ہے کہ بعض کا نہ پہنچانا سارے نہ پہنچانے کے برابر ہے کیونکہ کسی بھی مضمون کا کچھ حصہ حذف کر دو تو سارا مضمون ہی متاثر ہوتا ہے اس سے۔ رہ گئی بات دشمنی کی کہ یہ دنیا بھر کے کافر بھڑکیں گے تو فرمایا بھڑکنے دو۔ **واللہ یعصمک من الناس** اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ لوگوں سے اور اتنا کرم اتنی عطا اتنی نوازشوں کے بعد یہ پھر کفر میں بھٹکتے ہیں اس لئے **ان اللہ لا یهدی القوم الکفرین**۔ ایمان لانے کے لئے دل میں ایک کیفیت چاہئے دل میں ایک نرمی چاہئے قبولیت کی استعداد چاہئے ایمان کی طلب چاہئے انکار لے کر آنے والے کو خدا اقرار کبھی نہیں دیتا یہ آتے ہی آپ کے پاس انکار لے کر ہیں یہ آتے ہی اعتراض کرنے کو ہیں یہ آتے ہی بددیانتی سے ہیں دیانت داری سے حاضر ہوں تو انہیں بھی ہدایت نصیب ہو۔

تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔ (۱) حق کے خلاف جھنڈوں اور نعروں کے ساتھ اعلانا کوشش کرنا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا اور (۳) ظالم کی امداد کرنا۔

(حدیث)

داستان کربلا

ڈاکٹر احمد حسین کمال

۲۲ رجب ۶۰ ہجری کو امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۸ رجب ۶۰ ہجری کو امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی۔ شعبان ۶۰ ہجری میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے اس وقت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ سے مکہ آ کر مقیم ہو گئے ہیں۔ تو انہوں نے آپ کے پاس یکے بعد دیگرے قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیئے کہ "آپ کوفہ تشریف لے آئیں۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔"

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے اپنے تایا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا۔ کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کے پیغامات اب بھی برابر آ رہے تھے حتیٰ کہ ساٹھ کوفیوں کا ایک وفد بہت سے خطوط لے کر آپ کے پاس پہنچا۔

بعث اہل العراق الی الحسین الرسل والکتب یدعونہ الیہم فخرج متوجھا الیہم فی اہل بیتہ و ستین شخصا من اہل الکوفتہ صحبتہ۔

البدایتہ والنہایتہ ۔ (ص ۱۶۵ ج ۸)

یہ عربی عبارت امام ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ کی مشہور عربی تاریخ "البدایتہ والنہایتہ" سے ماخوذ ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

"اہل عراق (کوفہ) نے حضرت حسین کے پاس متعدد پیغام بر اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپ کوفہ آ جائیں۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل بیت کو لے کر ساٹھ کوفیوں کی معیت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔"

منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ (۶۰ ہجری) کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک امیر یزید کی خلافت کو قائم ہوئے تقریباً چار ماہ ہو چکے تھے۔ اور امیر یزید کے ہاتھ پر ماسوا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے، شام، عراق، مصر اور عرب کے تمام مسلمان بیعت کر چکے تھے۔ ان بیعت کرنے والوں مین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ۱۸۹ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

یعنی میرے صحابہ آسمان ہدایت کے ستارے ہیں جس کا دامن تھام لو گے تمہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔ اگر

یزید کی خلافت درست نہ ہوتی۔ (یعنی شریعت کے مطابق نہ ہوتی) تو صحابہ کرام اس کی بیعت نہ کرتے اور اس کی خلافت کو تسلیم نہ کرتے۔ شریعت میں ایک صحابی کا فعل بھی حجت ہوتا ہے اور یہاں تو پوری صحابہ کی جماعت ہے۔ جب صحابہ کرام یزید کی ولی عہدی اور خلافت پر متفق ہو گئے تھے تو پھر یہ اتفاق اس بات کی دلیل اور ثبوت ہے کہ یزید کے فسق و فجور اور ظلم و ستم کے بارے میں تمام پروپیگنڈے جھوٹ اور دشمنان صحابہ کے وضع کردہ ہیں۔

جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قافلہ کے ساتھ موضوع زرود پہنچے تو وہاں آپ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی اطلاع سے آپ دل برداشتہ ہوئے اور واپس مکہ چلا جانا چاہا۔ لیکن جو ساٹھ کوفی ساتھ تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ آپ ضروری کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیل کی بات اور تھی آپ کی حیثیت دوسری ہے۔ کوفہ کے شیعان علی آپ کا ساتھ ضرور دیں گے۔ موضع زرود مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ پر ۱۸ ویں منزل پر واقع ہے اور مکہ سے اس منزل تک کی مسافت ۴۵۹ عربی میل ہے۔

مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سابقہ بے وفائیوں' غداریوں کا احساس کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی مقام پر رک گئے۔ جو کوفی آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے وہ کوفہ چلنے پر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کو جب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موضع زرود میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورت حال معلوم کرنے کے لئے عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا۔

عمر بن سعد' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماموں حضرت سعد کے بیٹے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ آمنہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ شمر ذی الجوشن "حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سالے تھے۔ ان کے چار بھانجے عباس' جعفر' عبداللہ اور عثمان بھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قافلہ میں موجود تھے۔

ان دونوں یعنی عمر بن سعد اور شمر نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور آپ کا ارادہ و منصوبہ معلوم کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آ رہا تھا۔ ان کے یہ سینکڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی پیغامات لاتے رہے۔ میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لئے کوفہ بھیجا تھا۔ ساٹھ کوفی جو اب میرے ساتھ ہیں' مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آ جائیں' اہل کوفہ بے تابی سے آپ کے کے منتظر ہیں چنانچہ ان ساٹھ کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کرا دیا۔ اس لئے اب میرے سامنے یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام چلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں۔"

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنر ابن زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ سے مطلع کر دیا۔ عبید اللہ بن زیادہ نے تبلت کہہ کر منظور دے دی۔ اور ساتھ ہی احتیاطاً" عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قافلہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا تاکہ جو کوئی حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی اور راستے کی طرف نہ لے جائیں یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں۔ تاہم یہ دستہ حسینی قافلہ سے ذرا فاصلہ پر رہ کر چلا۔

مقام واقصہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ جانے والی راہ چھوڑ دی اور آپ القرعا اور مغیثہ کی منزلوں سے ہوتے ہوئے دمشق کی راہ پر چل پڑے۔ ۹

محرم کی شب کو اعذیب اور قصر مقاتل کی منزلیں طے کر کے آپ نے الطف کی سرسبز و شاداب زمین میں کربلت کے مقام پر جہاں پانی کے چار چشمے بہتے ہیں قیام فرمایا۔ اسی کربلت کو کرب و بلا کے معنی پہنانے کے لئے کربلا بنا دیا گیا۔ کربلت عربی میں مرطوب جگہ کو کہتے ہیں۔ کربلت دریا فرات سے بیس میل دور اور کوفہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دوسرے دن حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہی کوفیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق نہ جائیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں۔ آپ نے اس سے انکار کیا' حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا۔ افسوس تمہیں لوگ ہو جنہوں نے میرے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دھوکہ میں رکھا اور شہید کر دیا۔ میرے بھائی حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا اور مایوس بنایا۔ اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کرا دیا۔ سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آ جائے وہ بڑا احمق ہے۔ (جلاء العیون' طبری)

ساٹھوں ۶۰ (۶۰) کوفی یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے قابو میں آنا مشکل ہے لیکن ان سے جدا ہونا ابن زیاد کی گرفت میں پڑ جانا ہے۔ جو یقیناً" عبرت ناک سزا دے کر رہے گا' ابن زیادہ کا فوجی دستہ بھی ساتھ میں ہے اس لئے ان سب نے باہم صلاح و مشورہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان کیمپ میں ہنگامہ برپا کرنے اور قافلہ حسینی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے رات کی تاریکی میں بھاگ نکل جانے کا منصوبہ بنایا۔

چنانچہ عصر کی نماز کے بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا۔ خیمہ میں شور برپا ہو گیا' بچے' عورتیں وغیرہ خیمہ سے باہر نکل آئے۔ کچھ لوگ دفاع اور جوابی کارروائی کرنے لگے۔

اس شور و غل اور ہنگامہ کی آواز دور محافظ دستے نے بھی سنی۔ حر' شمر اور عمر بن سعد حسینی کیمپ کی طرف دوڑے۔ شام کا جھٹ پٹا ہو چکا تھا۔ ان سب نے اگرچہ تمام کے تمام کوفیوں کو گھیر کر اور پکڑ پکڑ کر قتل کر ڈالا' ایک آدھ ہی بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا لیکن افسوس اس دوران حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے علی اکبر اور عبداللہ بھی قتل ہو گئے تھے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین صاحبزادے عبداللہ' قاسم اور ابوبکر بھی قتل کر دیئے گئے تھے۔ عبداللہ بن جعفر کے لڑکے عون اور محمد بھی مارے گئے تھے۔ اور حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چاروں لڑکے جعفر' محمد عبدالرحمٰن' عبداللہ اور عبداللہ ثانی بھی مارے جا چکے تھے۔ یعنی جب تک عمر بن سعد' شمر بن ذوالجوش اور حر خاندان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لئے دوڑ کر پہنچے تو اس خاندان کے اکیس افراد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت شہید کئے جا چکے تھے۔ حر بھی کوفیوں کو مارتے ہوئے ایک کوفی کے وار سے قتل ہو گئے۔

یہ المناک سانحہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۶۰ء بدھ کے دن پیش آیا۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ سانحہ ۱۰ صفر کو کربلت کے بجائے نینوا کے مقام پر پیش آیا۔

بہرحال عمر سعد اور شمر نے خاندان علی کی نعشوں کو اکٹھا کیا اور ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔ البتہ کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ بلکہ دستہ کے بعض سواروں نے انہیں پامال بھی کیا تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں۔ خاندان علی کے بچے کچے افراد و خواتین کو کوفہ لا کر آرام سے رکھا۔ جو لوگ زخمی ہو گئے تھے۔ ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعان علی نے خفیہ طور پر ان حضرات سے ملاقات کی۔ اپنی ہمدردیاں جتائیں' انہیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ مکہ چلے جائیں لیکن

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے زین العابدین نے جنہیں زخمی کر کے کوفی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے اور اب کوفہ میں ابن زیاد' عمر بن سعد اور شمر ذی الجوش کی سرپرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے۔ فرمایا۔

اے غدارو! اے مکارو! میں ہرگز تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا۔ ہرگز تمہارے قول و قرار پر اعتبار نہیں کروں گا۔ میرے باپ اور میرے اہل خانہ ابھی کل تمہارے مکر سے قتل ہوئے ہیں۔ میں اسے نہیں بھول سکتا ہوں۔ (شیعہ کتاب' جلاء العیون باب ۵ فصل ۱۵)

یہی جواب سیدہ زینب نے دیا۔ آپ نے یہاں تک کہا کہ

کہ تم ہمارے پاس گریہ و ماتم کرتے ہوئے آئے ہو حالانکہ تم نے ہی ہمیں قتل کرایا ہے' جاؤ یہ عار کا دھبہ اب رونے سے زائل نہیں ہو سکتا۔ (حوالہ بالا)

فاطمہ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ ہی زجر و توبیخ کی۔

خاندان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افراد کچھ عرصہ کوفہ میں گورنر ابن زیاد کے مہمان رہے۔ پھر پوری حفاظت اور آرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے۔ جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ یزید کے محل میں قیام کیا۔ امیر یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور مدینہ واپس آ کر جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حسب سابق رہنے لگے۔

خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقے کے مطابق حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان کے بیش بہا وظیفے مقرر کر دیے۔ اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

پس منظر

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی ------- جوانی کا عہد گزر گیا تھا اور بڑھاپا آ چکا تھا۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غدارانہ سلوک و اچھی طرح دیکھ چکے تھی جو شیعان علی نے ان کے والد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔

اس شیعان علی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سے لڑایا تو کبھی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ---------- آپ پر کفر کا فتویٰ عائد کیا۔ نہروان پر حضرت علیؓ کے خلاف جنگ کی حتیٰ کے چھپ کر ایک دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے حضرت علیؓ کی موت واقع ہو گئی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد یہ ہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا---- پہلے آپ کو والد اپنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جانشین بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی---------- پھر کچھ دن بعد آپ کی توہین کی' آپ پر حملہ کیا' آپ کی ران زخمی کر دی اور آپ کا سامان لوٹ لیا۔

چنانچہ حضرت حسنؓ نے ان کے اس طرز عمل سے بدل و مایوس اور بیزار ہو کر اپنے نانا' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے براد نسبتی' کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے تمام خاندان سمیت بیعت کر لی۔

اس دوران شیعان علی نے خفیہ طور سے دونوں بھائیوں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ورغلانے اور بغاوت پر آمادہ کرنے کی کئی بار کوششیں کی------- لیکن دونوں بھائیوں نے سختی کے ساتھ ان کی بات کو رد کر دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں بھائیوں حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تمام اہل خاندان کے لئے ان ہی کی خواہش کے

مطابق زیادہ سے زیادہ وظیفے مقرر کر دیئے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول ﷺ کے نواسے تھے۔۔۔۔۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول ﷺ کے سالے تھے۔ اس نسبت سے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی نواسے ہوتے تھے۔ اس رشتہ کے علاوہ اور بھی رشتہ داریاں تھیں جو دونوں خاندانوں میں پہلے سے چلی آرہی تھیں اور بعد میں بھی جاری رہیں۔ مثلاً حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بیوی آمنہ بنت میمونہ بنت ابو سفیان حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھانجی تھیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بھتیجی ام محمد بنت عبد اللہ بن جعفر کا نکاح حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند و جانشین خلیفہ یزید کے ساتھ ہوا تھا۔۔۔۔۔۔ یعنی ایک رشتہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کے بہنوئی ہیں اور۔۔۔۔۔۔ دوسرے رشتہ سے خلیفہ یزید حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔

دراصل یہ شیعان علی، قاتلان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی گروہ تھا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گرد جمع ہو گیا تھا۔ آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کرا کر کوفہ لے آیا۔۔۔۔۔ اور بجائے اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو مستحکم بننے دیتا، انہیں کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑا ڈالا اور کبھی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا لڑایا۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ صلح و صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں، تو ان شیعان علی نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جاں بر نہ ہو سکے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد ان شیعان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی۔

پھر اسی گروہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی سرکشی شروع کر دی، آپ کی اہانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک نوچ کر اتار لئے، حتیٰ کہ گھر میں عورتوں کے سامان و لباس تک پر دست درازیاں کیں۔ بالآخر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ہی مناسب سمجھا کر ان قاتلان عثمان سے جو شیعان علی بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ بھی کر رہے ہیں، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بزرگوں سے لڑانے میں بھی لگے ہوئے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بد سلوکی اور شرارت سے باز نہیں آتے ہیں، نجات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انہیں مسلمان امت کا متفق خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ وہ قاتلان عثمان کو کیفر کردار تک پہنچائیں اور ان کی شرانگیزیوں سے امت کو بچائیں۔

واقعات

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی المناک شہادت کے سانحہ نے امت مسلمہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ایک حصہ ان مسلمانوں پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچانا چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان مل جل گئے تھا [illegible] مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی [illegible] میں مصروف تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان جنگوں کی اصل وجہ یہ ہی تھی۔۔۔۔۔ صفین کی جنگ کے بعد حضرت علی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان صلح ہو گئی۔۔۔۔۔۔ قاتلین عثمان کے لئے یہ صورت حال خطرناک تھی۔ وہ ابتداء سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شامل معاملات حکومت پر حاوی چلے آرہے تھے، اس صلح کے بعد وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باغی ہو گئے اور بالاخر ایک دن فجر کے وقت ان باغیوں کے ایک فرد نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حملہ سے جاں بر نہ ہو سکے اور اسی شام فوت ہو گئے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون**○

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آرہے تھے اور قاتلان عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مسجد میں جمع ہو گئے اور ان کی بیعت کی تو آپ نے فرمایا:

کہ جان لو کہ امیر المومنین کو تم نے ہی قتل کیا ہے (الاخبار الطول، دینوری)

ان باغیوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان الفاظ کو سنا، تو ان کی یہ امید منقطع ہونے لگی کہ وہ آپ کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے میں کامیاب ہوں گے۔ چنانچہ ایک سفر کے دوران جب آپ ساباط پہنچے تو ان میں سے ایک نے تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اچانک حملہ کر دیا اور آپ کے نیچے سے مصلیٰ کھینچ لیا۔ آپ کے کندھے سے چادر کھینچ لی اور آپ کے ملبوسات لوٹ لئے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی ربیعہ اور بنی ہمدان کو مدد کے لئے پکارا اور ان کی مدد سے آپ کی جان بچی۔ لیکن وہاں سے روانہ ہو کر جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قافلہ مدائن کی طرف چلا تو اس گروہ کے ایک فرد جراح بن قبیصہ نے جھاڑی کی آڑ سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھالے کا وار کیا اور ان کو زخمی کر دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخموں سے نڈھال ہو گئے اور مدائن میں علاج کرانے کے لئے ٹھہر گئے۔ (طبری، یعقوبی، اخبار الطوال)

ان واقعات سے اور اپنے والد کے ساتھ کئے گئے سلوک سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ (شیعان علی) ہمارے خاندان کی خلافت نہیں چاہتے بلکہ ہمیں استعمال کر کے مسلمانوں کو باہم لڑاتے رہنا چاہتے ہیں تاکہ اسلام اور مسلمان ختم ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے عبداللہ بن عامر کے ذریعہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صلح کا پیغام بھیج دیا اور اپنے اہل خاندان سمیت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس طرح وہ طویل اور افسوسناک نزاع ختم ہو گیا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد قاتلین عثمان نے اپنے تحفظ کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان برپا کر رکھا تھا۔ قاتلین عثمان کے گروہ کے نرغہ سے جو اپنے آپ کو شیعان علی کہتے تھے، آپ نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو نکالا اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے۔

امر خلافت جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد ۳۵ ہجری کے آخر میں معطل ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام سے ۴۱ ہجری کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متحد ہو گئی۔ (اخبار الطوال اور طبری وغیرہ کتب تاریخ)

قاتلین عثمان، مسلمانوں کے اس اتحاد سے مایوس نہیں ہوئے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اکسانے کی کوشش کرتے رہے چنانچہ حجر بن عدی کے ہمراہ ان لوگوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر زور دیا کہ اپنا فیصلہ بدل

کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں لیکن حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سختی کے ساتھ انکار کر دیا۔ (اخبار الطوال' طبری)

یہ مفسد لوگ پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور انہیں آمادہ کرنا چاہا لیکن انہوں بھی کہہ دیا کہ ہم بیعت کر چکے اور عہد دے چکے ہیں۔ اب بیعت توڑی نہیں جا سکتی۔ (اخبار الطوال' یعقوبی)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاتلین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاتلان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فتنہ بازوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیفر کردار تک پہنچانے لگے' چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے قاتلوں کے بہت سے ساتھی روپوش ہو گئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ محسوس کر کے ان کہ کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو' اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کے جانشینی کی بیعت عام لے لی۔

چونکہ مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ اب بلاد و عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو' اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو۔ نیز بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعوی نے نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزاعی امر بنا دیا تھا اس لئے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشورہ اور مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیر یزید کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی۔

اس دوران کوفہ میں رہنے والے قاتلان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ۔

میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے درپے ہوں۔ (اخبار الطوال)

۶۰ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی۔ مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ۔

مجمع عام میں بیعت کی جائے۔ وہیں میں بھی بیعت کر لوں گا۔ (طبری' اخبار الطوال) لیکن دوسرے دن آپ مکہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کی ہمشیرگان' ام کلثوم' زینب' آپ کے برادران ابوبکر' جعفر اور عباس اور آپ کے برادر زادگان یعنی فرزندان حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ البتہ آپ کے ایک بھائی محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے اہل خاندان ساتھ نہیں گئے۔ مدینہ کے گورنر اور حکام نے کوئی تعرض نہیں کیا اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ مکہ چلا جانے دیا۔

راستہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے' پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جواب دیا مکہ جا رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کہیں کوفہ کے شیعان علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے والد اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا

ے یاد رکھئے اور ان کے فریب میں نہ آیئے گا۔ (اخبار الطوال)

کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کئے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر بیٹھ کر مشورہ کیا اور عبداللہ بن سمیع ہمدانی اور عبداللہ بن دراک سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا کہ آپ کوفہ میں آئیں ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن بشیر کو جو انصار ہے نکال دیں گے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش صبح یہ دونوں قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد پچاس پچاس خطوط جن پر دو دو چار اشخاص کے دستخط تھے لے کر پہنچ گئے۔ مضمون ایک ہی تھا کہ کوفہ تشریف لایئے اور بیعت لیجئے۔

غرضیکہ ہر روز صبح و شام کوفہ سے آنے والے قاصدوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام خطوط کو بحفاظت رکھا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیل کے ذریعے ایک خط اہل کوفہ کے نام جواب میں لکھا کہ۔

ان آمدہ خطوط کی تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں۔

اصل حقیقت

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قتل ان کوفیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے' اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس حادثہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر کا ذکر ہے۔

طبری حصہ چہارم باب ۱۳ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہل مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔

اہل عراق میں اکثر بدکردار اور غدار ہیں' ان میں اہل کوفہ بدترین ہیں۔ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انہوں نے اس لئے بلایا کہ ان کی مدد کریں گے۔ جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے لڑنے کھڑے ہو گئے۔ واللہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انبوہ کثیر میں ان کے مخلص ساتھی بہت تھوڑے ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقیہ اہل خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کوفیوں پر ہی عائد کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کوفیوں کی غداری کو ہی قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا' چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یزید یا اس کے عمال پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت محرم ۶۱ ہجری میں ہوئی تھی۔ دو سال بعد' ۱۴ ربیع الاول ۶۳ ہجری کو خلیفہ یزید فوت ہو گئے' اس دوران کسی طرف سے بھی یہ الزام نہیں لگایا گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں خلافت کے حکام کا ہاتھ تھا۔

خلیفہ یزید کے بعد ان کے صاحبزادے معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی۔ معاویہ نے مجلس شوریٰ سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لئے اہل نہیں پاتے اس لئے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کر لیں' عارضی طور پر وہ کچھ عرصہ سربراہ مملکت کا کام انجام دیتے رہے جب ان کا انتقال ہو گیا تو ۳ ذی قعدہ ۶۴ ہجری میں جابیہ کے مقام پر حضرت مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر عوام نے بیعت خلافت کی۔ محرم ۶۵ ہجری تک یہ بیعت مکمل ہو گئی۔

خلیفہ یزید کی وفات سے حضرت مروان رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے خلیفہ ہونے تک دو سال کی مدت بنتی ہے۔ اس مدت میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ خلافت اور خوارج کی جنگیں جاری رہیں لیکن قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس دوران بھی کوئی آواز ایسی نہیں اٹھی جس میں خلیفہ یزید یا بنی امیہ کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو' حالانکہ مروان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قیام تک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے واقعہ کو ۴ سال گزر چکے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی زندہ تھے اور اپنی خلافت کے مدعی تھے' رمضان ۶۵ ہجری میں مختار ثقفی نامی ایک شخص کوفہ میں آیا اور اس نے خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کا خفیہ پراپیگنڈہ کیا۔ طبری نے لکھا کہ مختار اور اس کے خاندان والے شیعان علی میں شامل تھے۔ مختار کا چچا سعد بن مسعود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مدائن کا حاکم تھا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہو کر مدائن آئے اور راستہ میں آپ کو آپ کے دستہ کے ایک آدمی نے زخمی کر دیا تو اس مختار نے اپنے چچا اور دوسرے شیعان علی سے کہا کہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باندھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دینا چاہئے تاکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منصب و عزت حاصل کی جا سکے لیکن اس کے چچا نے انکار کر دیا تھا۔ (طبری حصہ چہارم باب اول)

مورخ طبری نے اپنی تاریخ کے حصہ چہارم' باب ۱۳ میں بتایا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا تھا تو وہ کوفہ میں اس مختار کے گھر میں ہی اترے تھے مختار زیادہ تر اپنے گاؤں لقفنا میں رہتا تھا۔ مسلم اور ہانی جب قتل ہو گئے تو عبداللہ بن زیاد نے مختار کو بلا کر اس شبہ میں گرفتار کر لیا تھا کہ مسلم اور ہانی کے قتل و فتنہ کا موجب یہی شخص معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں مختار کی بیٹی تھی۔ لیکن یہ شخص خفیہ طور پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور انہیں ورغلانے کی کوشش کی۔ بعد میں ناکامی کی وجہ سے یہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حلقہ میں شامل ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد بعض جنگوں میں حصہ لے کر علیحدہ ہو گیا۔

مختار نے رفتہ رفتہ خفیہ طور سے ایک گروہ اکٹھا کیا اور آخر کار سن ۶۶ ہجری میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے چھ سال بعد خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کا نعرہ اس نے بلند کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف جنگ شروع کر دی۔

اب بھی الزام بنی امیہ اور خلیفہ یزید پر نہیں لگایا گیا' بلکہ صرف خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔

مختار مسلسل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرتا رہا اور ان کی عمل داری میں شرارت پھیلاتا رہا' تاآنکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔

خون حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ' حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اموی حکومت کی مخالفت میں موڑ دیا گیا اور پھر جس گروہ نے اور جس شخص نے بھی مسلمان حکومتوں میں خروج و بغاوت کے لئے کمر باندھی' اس نے قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نعرہ کو ہی اپنا منشور بنایا۔ اس کے بعد ہی اس واقعہ سے متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں میں مشہور چلی آ رہی ہیں۔ اگرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے ہوئے قصوں کا رد کیا اور بہت سے اہل علم و تحقیق شیعہ عالموں نے بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔ بہرحال

یہ ہے کربلا کی سچی اور تاریخی داستان

انتباہ

واقعہ کربلا کے ضمن میں کوفیوں کی سازش اور

فریب کو حق و باطل یا اسلام و کفر کی آویزش قرار دینا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور زمانہ خیر القرون کی پوری مسلم قوم پر بدترین افترا ہے۔ اہل سنت کو اس سے اجتناب کرنا چاہئے ورنہ اعمال صالحہ برباد ہو جائیں گے۔ یہ مت بھولیں کہ اگر یہ کفر و اسلام کا مقابلہ ہوتا تو پھر اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا نہ ہوتے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سمیت پوری امت مسلمہ ان کے ساتھ ہوتی اور پھر کفر و فسق کی حکمرانی ایک آن بھی قائم نہیں رہ سکتی!

واضح رہے کہ یزید کے فسق و فجور اور ظلم و جور کی داستانیں۔ یہ سب بعد کی پیداوار ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذہن میں ان کا کوئی تصور نہیں تھا ورنہ ان کا اپنے ابتدائی موقف سے رجوع کر کے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کا سوال ہی نہ پیدا ہوتا۔ کیا کفر و فسق کے ساتھ اس طرح کی مصالحت و اطاعت اختیار کی جا سکتی ہے؟

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد بہت سے خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی ہے جن میں وہ بارہ قریشی خلفاء بھی شامل ہیں۔ جن کے ذریعے سے اسلام کی سربلندی سے متعلق آپ نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق ارشاد فرمایا۔ اسلام ہمیشہ غالب و سربلند رہے گا' بارہ خلفاء تک جو سب قریش ہوں گے۔ (مسلم' بخاری و ابوداؤد)

شارحین کرام نے مندرجہ بالا حدیث میں وارد خلفاء اسلام کی تفصیل بتلاتے ہوئے پانچویں خلیفہ کے طور پر سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چھٹے خلیفہ کی حیثیت یزید بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شمار کیا ہے (ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر' ص ۸۳ و سید سلیمان ندوی سیرت النبی ص ۲۰۴ جلد ۳)

لہٰذا جو لوگ (بالخصوص عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سلسلہ تصوف کے علمبردار حضرات) مخالفت یزید کے جوش سے مغلوب ہو کر یا شیعہ پراپیگنڈہ سے متاثر ہو کر یزید کو فاسق و فاجر اور ظالم و جابر گردانتے ہیں وہ غیر شعوری طور پر مندرجہ بالا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں۔ انہیں اس معصیت سے توبہ کرنی چاہئے۔ (بشکریہ ماہنامہ الاحرار)

اولڈ صقارینز ایسوی ایشن

۱۔ اولڈ صقارینز ری یونین کے موقع پر جناب کرنل تنویر الرحمن صاحب کے زیر صدارت اولڈ صقاریئنز کا ایک اجلاس ہوا جس میں اولڈ صقارینز ایسوی ایشن کی باقاعدہ تنظیم کی گئی جس میں ۱۹۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک ہر کلاس کو نمائندگی دی گئی اور تمام اولڈ صقارینز نے باہمی مشاورت سے مندرجہ ذیل انتظامی ڈھانچہ تجویز کیا گیا ہے۔

سرپرست اعلیٰ۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ

چیف ایگزیکٹو۔ پرنسپل صقار اکیڈمی کرنل محمد ابراہیم

ایڈمنسٹریٹر۔ مسٹر عبدالقدیر اعوان

چیف ایڈوائزر۔ کرنل محمد تنویر الرحمن

آفس انچارج۔ مسٹر یوسف حمید

۲۔ اولڈ صقاریئز نے مندرجہ ایگزیکٹو کونسل کا چناؤ کیا جن میں سے مختلف عہدیداران چنے گئے ہر سال کا کم از کم ایک نمائندہ ان عہدیداروں یا ایگزیکٹو کمیٹی کے ارکان کی صورت میں منتخب کیا گیا تاکہ ہر سال کے فارغ التحصیل طلباء کی نمائندگی ہو سکے۔

صدر۔ حسن شیر گوندل۔

نائب صدر۔ ندیم حمید

جنرل سیکرٹری۔ حبیب اللہ

فنانس سیکرٹری۔ اسد اللہ گوندل

سیکرٹری اطلاعات۔ فہیم ایوب

ارکان ایگزیکٹو کمیٹی۔ محمد خالد' احمد حسن' خرم حیات' عارف مشہود' غفران اشرف

نظام فطرت میں

قوموں کی تعمیر وموت

(صقارہ کے طلباء سے خطاب)

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے۔ مسبب الاسباب بھی وہ خود ہے' اسباب کو پیدا فرمانا بھی اس کی صنعت کا حصہ ہے' اسباب میں اثرات پیدا فرمانا اور ان اسباب کے نتیجے مرتب کرنا بھی اس کا اپنا کام ہے لیکن اس کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی اس عالم اسباب میں قدم رکھتا ہے تو اسے ہر کام کے لئے کوئی سبب تلاش کرنا پڑتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم اتفاق کہتے ہیں' حادثہ کہہ دیتے ہیں یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام اچانک ہو گیا وہ نہ اتفاق ہوتا ہے اور نہ وہ کام اچانک ہوا ہوتا ہے بلکہ اس کائنات کو وجود عطا کرنے سے پہلے اس کے بنانے والے نے اس کے پروگرام کا فیصلہ کر دیا ہوتا ہے۔ اس فیصلے کے اور اس کمپیوٹرائزڈ پروگرام کے مطابق وہ بات وقوع پذیر ہوتی ہے۔ ہم اسے اتفاق یا اچانک یا حادثہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے اسباب ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں اور ہم تو اتنے سادہ ہیں کہ ایک بندہ ساٹھ برس' پینسٹھ برس' ستر برس جینے کے بعد جب فوت ہوتا ہے تو ہم کہتے ہیں اچانک مر گیا' حالانکہ ہمیں پتہ ہے جس دن وہ پیدا ہوا اس دن سے پتہ ہے کہ ہر پیدا ہونے والے نے مرنا بھی ہے۔ اب وہ ساٹھ یا ستر سال بعد مرتا ہے تو ہم کہتے ہیں اچانک مر گیا۔ بھئی اچانک کیسے مر گیا؟ آپ کو تو ستر سال پہلے سے پتہ تھا کہ اسے مرنا ہے۔ تو ہم ان اسباب پر نگاہ کرنے کی بجائے' اسباب و علل کو دیکھنے کی بجائے اتفاقات پہ آ جاتے ہیں۔ دنیا میں جو قومیں اتفاقات کی قائل ہو جاتی ہیں وہ اپنی بقاء کے لئے بھی حادثات کی منتظر رہتی ہیں۔ مصیبت یہ ہوتی ہے کہ جو قومیں اسباب و علل پر غور کرنا چھوڑ دیتی ہیں' جو قومیں یہ سوچنا چھوڑ دیتی ہیں کہ یہ مرنے والا مر گیا بہت جلد موت کے منہ پہ جا کھڑی ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس "کیوں" کے پیچھے مرنے والے کی برسوں کی بد پرہیزی ہوتی ہے اس کے جسم کے جو مختلف کیمیکلز ہیں ان کی کمی بیشی ہوتی ہے جس کی اس نے احتیاط نہ کی' جس کی اس نے دیکھ بھال نہ کی' جو خراب ہوتے' بگڑتے چلے گئے اور اس کی موت پر ختم ہوئے اب ایک بندہ ہے وہ اس سارے میڈیکل سسٹم کو سوچتا ہے' سمجھتا ہے' ایگزامن' کرتا ہے پھر اس کے مطابق وہ چاہتا ہے کہ جو غلطیاں اس نے کیں وہ میں نہ کروں مرنا تو اسے ضرور ہے لیکن عین ممکن ہے کہ مرنے تک وہ صحت مند رہے' اسے تکلیفیں کم ہوں' اچھی زندگی گزار سکے۔ دوسرا کہتا ہے جی مرنے والا تھا' مر گیا ٹھیک ہے۔ وہ حادثہ تھا اچانک مر گیا اور اس سے سبق لیتا تو ہو سکتا ہے اگلا اچانک مرنے والا وہ بن جائے۔ یہی قوموں کی زندگی میں بھی ہوتا ہے ہم اتفاقات کے اتنے قائل ہو چکے ہیں کہ اب قومی زندگی کے لئے بھی ہمارے بڑے بڑے جرنیل لیول کے لوگ' بڑے بڑے دانشور جو بین الاقوامی سطح کے مانے

ہوئے ادیب یا صحافی یا شاعر ہیں ان سے جب بات ہوتی ہے تو وہ بجائے اس کے کہ سوچا جائے کہ ہماری کمزوریاں کیا ہیں؟ یا ہم بحیثیت مسلمان عزت سے زندگی گزار سکتے ہیں اس پر توجہ کرنے کی بجائے وہ اب آس لگائے بیٹھے ہیں کہ کوئی معجزہ رونما ہو گا۔ کوئی مخلوق آسمانوں سے اتر آئے گی' کوئی عجیب و غریب بندہ اللہ پیدا کر دے گا اور وہ حالات کی اصلاح کرے گا۔

میرے بھائی! یہ حاصل ہوتا ہے اسباب کو نظر انداز کرنے کا اسباب میں اتنی سکت ہے کہ مالک الملک نے دنیا میں جتنی تبدیلیاں فرمائیں کسی تبدیلی' کسی کام کو بلا سبب قرار نہیں دیا۔ وہ قادر ہے آسمان سے بارش برسا دے۔ وہ سمندر سے پانی کو اڑا کے لئے جائے' وہ ہواؤں پہ اٹھوائے یا ازخود اسے اڑنے کی طاقت دے دے وہ قادر ہے۔ لیکن آپ سسٹم دیکھیں کہ سورج کی تپش سمندروں پر پہنچی وہاں سے پانی بھاپ بنا۔ (ایک اصول ہے گرمی سے پانی بھاپ بنے گا۔ سردی میں پہنچے گا تو وہ جم جائے گا۔) اوپر سردی سے جم کر بادل بنا' ہوا اسے اڑائے پھرتی ہے' پھر وہ ہمالہ سے ٹکرایا' کسی دوسرے پہاڑ سے ٹکرایا اور پھر کہیں جا کر برسا۔ یہ سارا اسباب کا تانا بانا اس نے بن دیا۔ ایک دانہ کہیں گرتا ہے' وہ دانا اگتا ہے' درخت بن جاتا ہے' ایک گٹھلی سے درخت بن جاتا ہے۔ لیکن وہ گٹھلی کہیں سے کہیں پہنچتی ہے۔ وہ قادر ہے کہیں کوئی چیز اگانا چاہتا ہے تو کوئی پرندہ ہی بیج لے اڑتا ہے اور اس جگہ جا کر گرا دیتا ہے۔ یعنی سبب پیچھے ضرور بناتا ہے۔ حالانکہ وہ اسباب کا محتاج نہیں۔ وہ قادر ہے۔ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے تنہا ماں کے پیٹ سے پیدا کر دیا۔ وہ قادر ہے یہ اس کی قدرت ہے۔ قانون جو تھا باپ اور ماں دو ہونے چاہئیں اسے قدرت نے پیچھے چھوڑ دیا اور اپنی قدرت کا اظہار فرمایا کہ میں مجبور نہیں ہوں کہ ماں باپ دو ہوں تو بیٹا پیدا کروں بغیر باپ کے کرنے پر بھی قادر ہوں۔ لیکن سبب نہیں چھوڑا جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا وہ حضرت مریم علیہ السلام کے سامنے انسانی صورت میں آئے آپ کو دم فرمایا **فنفخنا فیہ من روحنا** تو وہ اس نفخ جو تھا یا جبرائیل علیہ السلام کا جو دم کرنا تھا اسے سبب بنا دیا یعنی ترک سبب نہیں کیا قدرت مطلق نے۔ کیا ضرورت تھی اللہ کریم کو۔ جبرائیل علیہ السلام دم نہ بھی کرتے تو بھی پیدا کرنا چاہتا تھا بغیر باپ کے کر رہا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام کے دم کی کیا ضرورت تھی؟ لیکن کوئی نہ کوئی سبب ہونا چاہئے۔

ہماری قومی زندگی اس بات کی محتاج ہے کہ ہم یہ سوچیں' کم از کم ہر مسلمان یہ سوچے کہ میری وجہ سے تو میری قوم پر کوئی زوال نہیں آ رہا۔ (سب مسلمان ایک جسم ہیں' ایک جان ہیں' اب اس ایک عمارت میں ہر بندہ ایک اینٹ ہے۔ کوئی اینٹ بھی کھوری ہو جائے' اسے کلر لگ جائے' وہ ٹوٹ جائے تو وہاں ایک دراڑ پڑ جاتی ہے۔ ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ چوری کا راستہ بن جاتا ہے اس طرح کی بہت سی اینٹیں ہوں تو عمارتیں ازخود گر پڑتی ہیں۔" کہیں اس قومی عمارت کو گرانے والی اینٹ میں تو نہیں ہوں۔ اگر میرا کردار یا میرا عمل یا میرا عقیدہ' میرا نظریہ ایسا ہے کہ اس سے مسلمان قوم پر زوال آ رہا ہے تو کم از کم میں تو توبہ کروں۔ یہ ایک اینٹ جو ہے اسے تو مرمت کروں۔ اپنے وجود والی تو مرمت کروں۔ اگر ہم اپنی اپنی اصلاح پہ آ جائیں تو شاید گرتی ہوئی قومی ساکھ کو ہم پھر سے سنبھالا دے سکیں۔ اس میں جو کوششیں ہم (بطور جماعت کے ساتھی) احباب مل کر کر رہے ہیں ان کوششوں کا ایک ثمر یہ صقارہ اکیڈمی اور صقارہ کالج بھی ہے۔ یہ اس لئے نہیں بنائے گئے کہ ملک میں کالج کم ہیں یا ملک میں سکول کم ہیں۔ اس لئے نہیں بنائے گئے کہ ملک میں دینی مدرسے کم ہیں۔ بے شمار دینی مدارس ہیں اس ملک میں۔ ہر گلی میں' ہر محلے میں مدرسے موجود ہیں۔ بے شمار سکولز اور کالجز گورنمنٹ کے بھی' مشنریز بھی اور لوگوں کے ذاتی اور پرائیوٹ بھی

اتنے ہیں کہ بندہ گن نہیں سکتا۔ ہر گلی میں سکول بھی ہے کالج بھی، ہر محلے میں ہے، یہ ادارے (مقارہ اکیڈمی و مقارہ کالج) خصوصاً اس لئے بنائے گئے کہ میری یہ گذارش والدین سے بھی ہے اور اپنے طلباء سے بھی کہ یہ اس لئے بنائے گئے کہ کچھ بچے جو ان اداروں میں آئیں ان کی اٹھان ایسی ہو کہ ان کی فکر اسلامی ہو ان کی سوچ اسلامی ہو، ان کا عقیدہ وہ ہو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہمیں دیا اور ان کا کردار وہ ہو جو قرآن و حدیث ایک مسلمان سے چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ سائنس بھی پڑھتے ہیں، علوم جدیدہ بھی پڑھتے ہیں، وہ کمپیوٹر بھی سیکھیں، وہ دنیا کے سارے علوم حاصل کریں اور اللہ کرے کل وہ اچھے جرنیل ثابت ہوں، اچھے سائنس دان ثابت ہوں، اچھے ڈاکٹرز بنیں، اچھے انجینئرز بنیں۔ صحافی ادیب اور شاعر بنیں۔ لیکن وہ جو کچھ بھی بنیں اس کے ساتھ مسلمان کا لفظ ضرور لگا ہوا ہو۔ وہ ایک مسلمان ڈاکٹر بنیں، وہ ایک مسلمان سائنس بنیں، وہ ایک مسلمان صحافی، مسلمان مفکر بنیں، وہ ایک مسلمان جرنیل بنیں۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے ہاں کچھ تو جو ہمارے بزرگ ہیں وہ پڑھ لکھ نہ سکے اور مفلس و غربت نے انہیں اس نعمت سے محروم رکھا اور وہ علم کو تعمیر سیرت کا ذریعہ نہیں بلکہ روزگار کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ اچھی طرح پڑھ جائے تو اسے روزگار مل جائے۔ لیکن آج کا بچہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ تعلیم محض روزگار کے لئے نہیں ہوتی۔ تعلیم یا علم انسانیت بحال کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ انسان کا بچہ بننے کے لئے، انسانی اوصاف پیدا کرنے کے لئے۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اپنی کاشتکاری کر لیتے ہیں، اپنے ذاتی کاروبار میں چلے جاتے ہیں۔ کوئی ضروری نہیں کہ وہ ملازمت کریں اور علم کا مطمع نظر کوئی ملازمت نہیں ہوتا بلکہ علم بجائے خود انسان کی نشو و نما اور اس بندے کو خوبصورت بنانے کے لئے۔ (ظاہر سے بھی، باطن سے بھی)، ایمان و عمل کے اعتبار سے ایک خوبصورت مسلمان بنانے کے لئے ضروری ہے۔

لیکن مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ ان ساری کوششوں کے باوجود کچھ بچے اس مقصد کو سمجھ نہیں پاتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جو انہیں نماز، روزے کی طرف راغب کیا جاتا ہے یہ ان پر بوجھ ہے یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ذکر اذکار زائد از ضرورت ہے یا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے صرف پاس ہونا کافی ہے اس کے علاوہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ تو یہ اتنی بڑی زیادتی ہے کہ ہماری، ادب کی اور پوری جماعت کی کوششوں پر وہ لوگ پانی پھیرتے ہیں۔ یہ صورت حال ہمیں کالج میں بھی پیش آئی اور کچھ بچوں نے خرمستیاں کیں۔ کچھ بچوں نے کوتاہیاں کیں، پڑھائی میں کمی آگئی پھر ہوتا یہ ہے کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ ہر مجرم کے پیچھے بے شمار سفارشی ہوتے ہیں اور جرم کا سبب یہ سفارشی ہیں۔ ہر قاتل کو اعتبار ہے کہ فلاں بندہ مجھے چھڑا لے گا۔ ہر چور کے پاس پانچ چھ سفید پوش ہیں کہ مجھے تھانے سے واپس لے آئیں گے۔ ہر برائی کرنے والے کے پاس کچھ سفارشی موجود ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں کالج میں پیش آئی۔ پرنسپل بچے ڈسچارج کر دیتے پھر دو دن، چار دن بعد دو بندے آگئے چار آگئے پانچ آگئے انہیں داخل کرا دیا پھر وہ خرمستیاں کرتے تھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اب میں نے دوبارہ داخل کرنے کا اختیار ہی پرنسپل صاحب سے واپس لے لیا ہے، اب کالج کی انتظامیہ کسی لڑکے کو کالج سے نکال تو سکتی ہے دوبارہ داخل کر نہیں سکتی بغیر میری اجازت کے اور میں کسی کو دوبارہ لینے کا قائل نہیں ہوں یا سفارشی مجھے منوائیں کہ غلطی انتظامیہ کی ہے بچے کی نہیں ہے۔ اس کے بعد میرے پاس اب تک کوئی سفارشی نہیں آیا۔ اور جو بچے نکلے ہوں واقعی نکل گئے اور جو نکالے گئے وہ واقعی نکالے گئے۔ بلکہ پہلے سفارشی اگلے دن لاہور مجھے ملے۔ ہمارے بڑے پرانے بزرگ ساتھی تھے کہنے لگے،

سرٹیفکیٹ ہمیں دلوائیں۔ میں نے کہا سرٹیفکیٹ یہ ضرور دیں گے لیکن بچہ جس طرح کا اور جہاں تک پڑھا ہے وہ صورت حال اس سرٹیفکیٹ میں لکھی ہوئی ہو گی۔ ارشاد ہوا جی یہ نہ لکھا جائے۔ میں نے کہا پھر کیا لکھا جائے؟ کہ یہ سارے قصور میں نے کئے ہیں یا آپ کے نام لکھ دیں؟ جس نے کئے ہیں اس کی فہرست اس کے سرٹیفکیٹس میں ہو گی۔ آپ خوش رہیں یا ناراض رہیں۔ بچے کا مستقبل تباہ ہو گا' میں نے کہا کس نے کیا بچے نے کیا یا آپ جیسے سفارشیوں نے اسے حوصلہ دیا کہ یہ کرتے رہو خیر ہے سنبھال لیں گے۔ اب سنبھالو اب اگلے کالج میں جا کر آپ لوگ رشوت دیں انہیں کہو کہ وہ سرٹیفکیٹ رکھ لیں لیکن ان چیزوں کو ریکارڈ پر نہ لائیں۔ آپ ہمارے ساتھ یہ سودا بازی نہیں کر سکتے۔

یہاں بھی کچھ بچوں میں یہ کمی نظر آئی اور پہلی بار اس اکیڈمی میں میں نے خود کسی بچے کو جسمانی سزا دی اور خوب دی اس لئے ان کے سالانہ امتحان میں دو تین مہینے رہ گئے تھے اور میں یہ چاہتا تھا کہ کم از کم یہ امتحان دے لیں۔ ان کی ساری زندگی داغدار نہ ہو۔ بچوں کو جسمانی سزا دینا ہمارے اکیڈمی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ میں نے اس لئے دی کہ کوئی چارہ کار نہیں تھا اور انہیں ہم ڈسچارج کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن اب یہ رعایت نہیں رہے گی ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہو گی۔ یہ بڑے واضح طریقے سے سارے بچے سمجھ لیں ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ ہمارے پاس دس بچے پڑھتے ہیں یا دو پڑھتے ہیں یا ایک پڑھتا ہے۔ ہمارے پاس جو بچہ اپنے آپ کو تعمیر کرنے کے لئے' اپنے آپ کو ایک خوبصورت مسلمان بنانے کے لئے اپنے آپ کو ایک اچھا انسان بنانے کے لئے' اپنے آپ کو مسلمان قوم کا نمائندہ اور مسلمان قوم کا بیٹا ثابت کرنے کے لئے' اپنی تربیت کے لئے رہے گا ہم اس کے ساتھ پوری دیانت داری سے' پورے خلوص سے' پوری محنت کریں گے اور اگر ہر کلاس میں دو دو تین تین بچے بھی رہ گئے تو یہ پورا اسٹاف رہے گا اور ہم ان پر پوری محنت کریں گے۔ اللہ کریم مالک ہے۔ وہ اخراجات پورے کرتا رہے گا لیکن وہ بچہ جو خود اپنے آپ کو تبدیل کرنا نہیں چاہتا' وہ بچہ جو خود اچھا انسان بننا نہیں چاہتا' وہ بچہ جس کے والدین یہ نہیں چاہتے کہ یہ ایک اچھا انسان بھی بنے بلکہ بس صرف نمبر لے لے' پڑھ جائے باقی اس کا کردار اچھا ہو یا نہ ہو' وہ نیک ہو یا نہ ہو' اسے دین کا شعور ہو یا نہ ہو تو شاید ایسے بچے یا ایسے لوگ ہمارے ساتھ زیادہ دیر نہ چل سکیں اور میں یہ آپ پر واضح کر دوں کہ ہم جسے نکالیں گے بڑا سوچ سمجھ کر نکالیں گے بلاوجہ کسی بچے کو ضائع نہیں کریں گے لیکن جسے نکال دیں گے وہ پھر یہاں سے نکال ہی دیا جائے گا پھر وہ اپنے لئے کہیں اور جائے پناہ تلاش کرے۔

مجھے شکوہ یہ ہے کہ غلطیاں ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن غلطیوں کو معمول بنا لینا اور غلطی پر غلطی کرتے جانا اور اسے اپنی جوانمردی شمار کرنا یا خود کو بڑا غنڈہ یا بدمعاش ثابت کرنا یہ بات یہاں ناقابل برداشت ہو گی۔ چونکہ ہمارا مشن غنڈہ سازی کا نہیں انسان سازی کا ہے۔ ہم غنڈے پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ اس ملک میں بے شمار اور اس قوم کے پاس بے شمار غنڈے ہیں۔ ہم مزید غنڈے نہیں پیدا کرنا چاہتے۔ بے شمار لوگوں کے سارے سرمائے عدالتوں میں صرف ہو گئے' بے شمار بوڑھے والدین آج بھی بیٹوں کو دیکھنے اور ملنے کے لئے جیلوں کے دروازوں پہ بیٹھے ہیں بے شمار نوجوان بہنیں گھروں میں بیٹھی ہیں اور ان کے بھائیوں میں سے کوئی پولیس مقابلے میں مارا گیا اور کوئی ڈکیتی کے سلسلے میں قید ہے اور کوئی چوری میں بند ہے۔ ہم مزید یہ صورت حال بڑھانے کے لئے کام نہیں کر رہے۔ ہمارا مشن ان بچوں کو' اپنے آنے والے نوجوانوں کو اس برائی کے مقابلے میں بہترین مسلمان اور ایک بہترین انسان بنانے کا ہے اور وہ یک

طرف نہیں ہو سکتا۔ آپ لوگ کوئی گوندھی ہوئی مٹی نہیں ہیں اور نہ ہم کمہار ہیں کہ ہم آپ کو پکڑ کر، ٹھونک ٹھاک کر ایک ڈولا ایک گھڑا یا جو چاہیں بنا دیں اور آگ پر پکا دیں۔ آپ بھی انسان ہیں اور ہم بھی انسان ہیں۔ نہ آپ فرشتے ہیں نہ ہم۔ نہ آپ مٹی ہیں نہ ہم۔ انسان، انسان کے ساتھ تعلق اس طرح رکھ سکتا ہے جس طرح دوسرا انسان اس کے ساتھ رکھنا چاہے۔ عالم اسباب میں یہ ممکن نہیں کہ آپ دشمن سے دوستی کر سکیں۔ اگر آپ کو تجربہ کرنا ہو تو آزما کر دیکھ لیجئے۔ آپ ایک آدمی کی خوشامد کریں۔ زبانی اسے بڑی عزت دیں لیکن دل سے آپ اس سے نفرت کرتے ہوں وہ کبھی آپ سے محبت نہیں کرے گا۔ وہ آپ سے نفرت ہی کرے گا۔ دوسرے بندے کو جس سے آپ دل سے محبت کرتے ہیں اس سے آپ لڑ پڑیں، اسے آپ گالیاں دیں، اس سے ناراض ہو جائیں لیکن وہ آپ سے نفرت نہیں کرے گا۔ وہ آپ سے محبت ہی کرتا رہے گا۔ اس لئے کہ انسان قلبی طور پر جو دوسرے کے لئے سوچتا ہے دوسرے کا دل بھی ویسا ہی اس کے لئے سوچتا ہے۔

دل کو دل سے ایک راہ ہوتی ہے اور دل دلوں کی بات سمجھتے ہیں۔ جو بچہ یہ چاہے گا کہ وہ ہمیں بے وقوف بنائے یا اپنی بدمعاشی کا سکہ جمائے یا یہاں رہ کر وقت گزار کر اپنا مقصد (یعنی نمبر) لے کر چلا جائے اور اپنے اخلاق میں، اپنے کردار میں تبدیلی پیدا نہ کرے وہ ہماری نظروں میں شیطان کی طرح کھٹکتا رہتا ہے اور اب مزید شیطانوں کا بوجھ اٹھانے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ یہ بڑا سالڈ، بڑا ٹھوس سا فیصلہ ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ ہم تحقیق ضرور کریں گے کہ کسی کو بلاوجہ یا بغیر ثبوت کے ادارے سے فارغ نہیں کریں گے لیکن جس کے خلاف ثبوت مل گیا ہم اس کا اور تو کچھ نہیں بگاڑ سکتے مگر اسے مزید اپنے پاس برداشت نہیں کریں گے۔ یہ بڑی اچھی طرح نوٹ کر لیجئے گا اور یہ بھی سمجھ لیجئے۔ ہر بچہ یہ فیصلہ کر لے کہ کیا وہ اپنی ذات میں تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتا ہے؟ کیا وہ خود کو ایک بہتر مسلمان بنانا چاہتا ہے؟ جو پڑھا لکھا بھی ہو، شریف بھی ہو، صالح بھی ہو، جس میں والدین کی عزت کا احساس بھی ہو، جس میں قوم کی عزت کا احساس بھی ہو، جس میں اللہ کے دین کی ناموس کا کوئی احساس بھی ہو۔ اگر کوئی بچہ واقعی ایسا بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے ہم رات دن محنت کریں گے اور رات دن محنت کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔

لیکن یاد رکھئے اگر آپ اپنے اندر یہ فیصلہ نہیں کریں گے کہ آپ کو تبدیل ہونا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو تبدیل نہیں کر سکتی یہ اس مالک الملک کا قانون ہے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ وہ شاعر نے اس کا ترجمہ کیا تھا کہ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کو بدلنے کا

یہ قانون فطرت ہے کہ جب تک خود کوئی اپنی تبدیلی نہیں چاہتا تب تک اللہ اس کی کوئی بہتری نہیں فرماتا۔ یہ قانون ہے اس کا **یھدی الیہ من ینیب۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔** جس میں انابت آ جاتی ہے یعنی جو دل کی گہرائی سے فیصلہ کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ کا بندہ بننا ہے اللہ اس کے لئے اپنے راستے کھول دیتا ہے۔ جو یہ بات طے کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ کو پانا ہے، اس کے لئے مجاہدہ کرتا ہے **والذین جاھدوا فینا۔** ہمارے لئے، مجھے پانے کے لئے، میرے جمال سے سیراب ہونے کے لئے جو لوگ محنت کرتے ہیں **لنھدینھم سبلنا۔** ایک راستہ نہیں ہم اپنی ذات تک ان کے لئے کئی راستے کھول دیتے ہیں، مختلف ذرائع بنا دیتے ہیں، مختلف اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن ہر آیت کریمہ میں بنیادی فیصلہ جو ہے وہ بندے کا ہے کہ وہ کیا حاصل کرنا چاہتا

ہے؟ اور میں آپ سے یہ عرض کرتا چلوں کہ اسلام میں عبادات پر مزاج کی تبدیلی یا ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

تو یہ یاد رکھ لیجئے کہ ثواب کیا ہوتا ہے؟ ہمیں ساری عمر یہ بتایا جاتا ہے فلاں کام کا یہ ثواب ہوگا۔ فلاں کا یہ ثواب۔ لیکن ثواب ہوتا کیا ہے؟ قرآن کی زبان میں ثواب بدلے کو کہتے ہیں اور کافروں کو جو سزا ملے گی اس کے لئے بھی قران نے ایک جگہ ثواب کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ھل ثوب الکفار ما کانوا یفعلون۔ کفار کا جو کیا دھرا تھا اس کے علاوہ انہیں کیا بدلہ ملے گا؟ تو ثواب بنیادی طور پر بدلے کو کہا جاتا ہے اور ارشاد یہ ہوتا ہے کہ یہ ثواب آخرت میں ملے گا لیکن یاد رکھیں۔ آخرت اتنی مضبوط ہے کہ یہ دنیا اس کا ظل یا سایہ ہے۔ یہ عارضی اور لحاتی زندگی ہے وہ دائمی اور ابدی زندگی ہے۔ "الابریز" ایک کتاب ہے۔ اس کے آخر میں ایک واقعہ درج ہے۔

کہ شاگرد استاد سے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے صوبہ کا گورنر معزول ہو گیا۔ وہ بڑا ظالم تھا اور لوگوں کی جان اس سے چھوٹ گئی۔ (وہ استاد صاحب اپنے وقت کے غوث تھے۔ "الابریز" انہی کے ارشادات سے مزین ہے) وہ فرمانے لگے نہیں ایسا نہیں ہے۔ شاگرد نے کہا حضرت آپ تو حجرے سے باہر نہیں نکلتے تو آپ کو کیا خبر کہ ایسا نہیں ہے۔ میں نے تو باہر دیکھا پتہ ہے مجھے کہ وہ معزول ہو گیا ہے۔ وہ فرمانے لگے یار تم کہتے ہو بادشاہ نے معزول کر دیا لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ جہنم میں اس کے لئے جو عذاب بن رہے ہیں ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس سے مجھے اندازہ ہے کہ یہ شخص ابھی مزید ظلم کرتا رہے گا اس لئے اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ آگے حسرت سے لکھتے ہیں کہ وہی بات ہوئی صبح کو بادشاہ نے اسے بحال کر دیا۔ حضرت کا وصال ہو چکا ہے لیکن وہ گورنر لوگوں پر مظالم ڈھا رہا ہے۔ (یہ اس کتاب کے آخری جملے ہیں۔)

یعنی جو کوئی یہاں عمل کرتا ہے اس کی تعمیر آخرت میں نیک ہے تو نیک ہوتی ہے بد ہے تو بد ہوتی ہے اور جو تعمیر آخرت میں ہوتی ہے اس دنیاوی زندگی پر تو پڑتا رہتا ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں ہو تو وہ اس دنیا میں نہیں ہوتا وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے لیکن دنیا کی گرمی سردی جب ماں کو متاثر کرتی ہے تو اس کو بھی متاثر کرتی ہے حالانکہ وہ اس زندگی میں آیا نہیں۔ اسی طرح یہ جہان آخرت کے لئے ماں کا پیٹ ہے جو وہاں سے نکلتا ہے۔

اس دنیا میں آتا ہے جو یہاں سے نکلتا ہے وہ آخرت میں پہنچتا ہے۔ اگر کسی کے لئے آخرت میں دوزخ دہک رہی ہے تو یہاں اسے آپ محلات میں کم خواب کے بستروں پر لٹا دو اسے نیند نہیں آتی وہ دوائی اور گولیاں کھا کھا کر سوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہیبت' وہ خوف (آخرت کا) پوری مغربی دنیا میں ایک مرض بن گیا ہے۔ ہر بندہ مریض' ہر کافر مریض ہے۔ مرض کیا ہے؟ سائیکٹرک یا اس کے جو ڈاکٹرز ہیں کہتے ہیں The Fear of unknown- انجانا خوف۔ ہر بندہ ڈرتا ہے۔ بھائی کس سے ڈرتے ہو؟ کوئی پتہ نہیں۔ کیوں ڈرتے ہو؟ کوئی پتہ نہیں۔ میں نے ایسے لوگ دیکھے ہیں امریکہ کے شہروں میں جو مغرب سے سویرے تک ساری رات کرسی پر بیٹھے رہتے ہیں آنکھ نہیں جھپکتے ڈرتے ہیں۔ سو جائیں تو ڈر لگتا ہے سورج نکلتا ہے تو وہ سونے کی کوشش کرتے ہیں اگر پوچھیں کہ کس سے ڈرتے ہو؟ کوئی پتہ نہیں۔ انہیں پتہ ہو یا نہ ہو ہمیں پتہ ہے۔ قرآن نے اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بتایا کہ جس کے لئے دوزخ بھڑک رہا ہوتا ہے اس کی ہیبت' اس کا خوف' اس کا ڈر' اس کی بے سکونی اس زندگی میں بھی اسے گھیر لیتی ہے یہ The fear of unknown نہیں ہے That is the fear of hell یہ دوزخ کا ڈر ہے۔ جسے وہ

نہیں مانتے۔

اسی طرح جس کا گھر جنت میں بن رہا ہوتا ہے اسے یہاں سولی پر بھی لٹکا دو تو اسے خوف نہیں ہوتا' وہ لرزتا نہیں' اسے ڈر نہیں ہوتا' پریشان نہیں ہوتا' مطمئن ہوتا ہے۔ دنیا کا کون سا ظلم ہے جو سید قطب شہید پر مصر کی جیلوں میں نہیں توڑا گیا کرینوں کے ساتھ ٹانگوں سے باندھ کر الٹا لٹکا کر سارے جسم جلتے ہوئے سگریٹوں سے داغا گیا اور ظالمانہ طور پر پھانسی پر لٹکا دیا گیا اور شرط یہ تھی کہ معافی مانگ لو۔ اس نے کہا میں نے اللہ کی بات کی' دین کی بات کی' میں نے حق بیان کیا ہے معافی تو تب مانگوں کہ پہلے میں خود اس حق سے پھر جاؤں۔ پہلے میں یہ کہہ دوں کہ یہ بات جو میں نے کی یہ غلط ہے مجھے معاف کر دو۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر میں مسلمان نہیں رہتا اور اگر میں مسلمان ہوں تو میں نے حق ادا کیا ہے۔ کسی کا کچھ بگاڑا نہیں ہے اور اس پہ آپ سولی دیتے ہو تو بسم اللہ اور آپ نے بھی شاید دیکھی ہو گی اس آخری گاڑی میں اس کی تصویر جس میں اسے پھانسی پر لٹکانے کے لئے جا رہے تھے۔ آگے سے انہوں نے شیشہ بند کر رکھا تھا لیکن وہ خدا کا بندہ شیشے کے پیچھے سے ایسا کھلکھلا کر ہنس رہا تھا کہ اس کے سارے دانت چمکتے ہوئے باہر سے نظر آ رہے تھے شیشے کے پیچھے سے بھی۔ یہ ایک بندے کو پھانسی پر لٹکانے کے لئے لے جایا جا رہا ہے وہ روتا نہیں وہ ہنستا ہوا جا رہا ہے۔ اسے اطمینان ہے۔ اس سزا اور اس موت کے پیچھے بھی اس کے لئے ایک پرفضا' ایک خوش آئند' ایک ایسی خوبصورت چیز ہے جو اسے وہاں بھی سکون پہنچا رہی ہے۔ بندہ تو بندہ ہی ہوتا ہے لیکن وہ سکون جو جنت کا اس کی دنیوی زندگی پہ مترشح ہو رہا ہے اسے مطمئن کئے ہوئے ہے۔

دنیا میں بھی زندگی اسی کی ہے جو یہ طے کر لیتا ہے کہ مجھے اللہ کے لئے' اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے' اللہ کے دین کے لئے جینا ہے اور مجھے اسی بات کے لئے مرنا ہے۔ وہ دنیا کا نہیں دنیا اس کی ہوتی ہے۔

لوگوں کی قسمت میں کیا ہے؟ وہ کیا دیکھیں گے؟ ان کے ساتھ اور ظلم ہوں گے یا ان کے ساتھ انصاف ہو گا؟ یہ ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہمارے بس میں اتنا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں ان کے لئے؟ ہم کیا چاہتے ہیں دین کے لئے؟ ہم کیا چاہتے ہیں اور اس کے لئے ہم کتنی کوشش کر رہے ہیں؟ اس میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہم کم از کم اپنے آپ کی تعمیر ایک مسلمان کی طرح کریں اور اس کے لئے اپنی بھرپور کوشش کریں میری یہ گذارش ہے اور مجھے یہ امید ہے کہ ہمارے بچے اس بات کو سمجھیں گے اس میں تعاون کریں گے اور یہ کوشش کریں گے کہ یہاں دو سال تین سال رہ کر بہترین اخلاقی تعمیر اور بہترین عقیدے کی تعمیر اور بہترین زندگی کی تعمیر کے ساتھ اپنی تعلیمی قابلیت کو بھی بہترین طریقے سے سنواریں گے۔ اللہ کریم آپ کا حامی و ناصر ہو۔

ضرورت رشتہ

ایک قاری حافظ ایم ایس سی کیمسٹری پرائیوٹ فرم میں ملازم کے لئے صوم و صلوۃ کی پابند پردہ دار تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

رابطہ کے لئے

معرفت ایڈیٹر "المرشد"

دعائے مغفرت

سلسلہ کے ساتھی ملک امیر افضل (سرگودھا) کے والد فوت ہو گئے ہیں ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

JOIN
SIQARAH COLLEGE

Affiliated to Lahore Board / Punjab University

For

F.A. / F.Sc / I.COM / B. Sc (GEN Sc).

SPECIAL FEATURES:

- A Totally Non-commercial Institute.
- Custom - Built Campus.
- Facilities For Computer Education.
- Fully Qualified Faculty
- N.C.C Training Provided.
- Special Attention On Moral Spiritual Education.
- Hostel Facilities Available.

Admissions Open For Intermediate Class (XI th)

Last Date With Out Late Fee 19 Aug 96

CLASSES START ON 01-09-96

Patron - in - Chief

Maulana Muhammad Akram Awan

Managed By:

Anjuman Dar-Ul-Irfan (Regd)
And Awaisia Co-op-Housing
Society (Regd).

Principal:

Prof. M.A. Saeed

M.A. (Pb), D. St. (Pb)
B.A. Hons (Lond)
Ex-Chairman BISE Lhr
Ex-DPI (Colleges)

Awaisia Society Near Ghazi Chowk College Road, Township.

MONTHLY

AL-MURSHED

Reg. No. L8607

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش
تحریریں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر کہ قرآن
کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے
پڑھ کر خود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک
آٹھ (۸) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد
اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں

اویسیہ کتب خانہ
اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY, COLLEGEROAD
TOWNSHIP LAHORE. PH: 5115086